رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۹

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز

اردو رسالہ

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر (۱۲) دسمبر سنہ ۱۹۲۵ء مطابق جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۴۴ھ جلد (۲۴)

فہرست مضامین

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبد الرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپکر قادیان سے شائع کیا

جلسہ سالانہ پر ریویو اردو کو پانسو خریدار مزید دیئے جائیں

احباب کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپکو معلوم ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۲ء میں یہ اعلان فرمایا کہ رسالہ ریویو اردو کو کم از کم دس ہزار خریدار دیئے جائیں یہ اسوقت کا فرمان ہے جبکہ جماعت قلیل تعداد میں تھی۔ اسوقت جبکہ خدا کے فضل سے اسکی تعداد دس لاکھ کے قریب ہے اور دنیا کے تمام اطراف میں پھیلی ہوئی ہے آپ خود خیال فرما سکتے ہیں کہ ریویو کے کتنے خریدار ہونے چاہئیں مگر حال یہ ہے کہ خریدار اتنے کم ہیں۔ جو معمولی اخراجات سالانہ بھی پورے نہیں ہوتے۔ چنانچہ اس سال سات سو روپیہ کا نقصان ہے ان حالات میں سخت دقت درپیش ہے۔ اگر تمام احباب جماعت احمدیہ پوری توجہ نہ دینگے اور کم از کم پانسو خریدار مزید جلسہ سالانہ پر ہم نہ پہنچا دینگے تو رسالہ کا چلانا دشوار ہو جائیگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ کو رسالہ ریویو کی خاطر یہانتک منظور تھی کہ اپنا جاری کردہ رسالہ تشحیذ الاذہان بند کر دیا تاکہ جماعت کی توجہ ایک رسالہ کی توسیع اشاعت کی طرف لگ سکے۔ آپ نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر فرمایا کہ ریویو کی نسبت کچھ کہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے اسکی نسبت خود بہت بڑی سفارش فرمائی ہے پس دوستوں کو بہت جلد ریویو کی توسیع اشاعت کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ ہر ایک ذی اثر احمدی اپنا فرض سمجھے کہ اپنے اپنے علقہ اثر اور مقامی جماعت سے خریدار پیدا کرے۔ ریویو اردو میں اسلام و احمدیت کی تائید اور غیر مذاہب کی تردید نہایت مدلل مفصل جامع علمی مضامین چھاپے جاتے ہیں ہر احمدی پر انکا مطالعہ واجب ہے نہ صرف اپنے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ بحث مباحثہ دعوۃ و تبلیغ میں بھی کافی مدد ملتی ہے یہ ذخیرۂ علمی اگر ۸؍ ماہوار خرچ کرنے پر ملجائے تو کچھ مہنگا سودا نہیں۔ امید ہے اس اپیل کو بتوجہ خاص پڑھا جائیگا اور جلسہ سالانہ پر ہم یہ شائع کرنے کے قابل ہوسکینگے کہ ریویو اردو کو پانسو خریدار مل گئے۔ ناظر دعوۃ و تبلیغ۔ فتح محمد سیال

جلسہ سالانہ پر آنیوالے احباب (۱) مہربانی فرما کر ریویو اردو کے لئے خریدار لائیں (۲) نہ صرف اپنا ذمگی بقایا صاف کریں۔ بلکہ اپنے مقامی دوستوں کو بھی حساب صاف کرنیکی تاکید کرکے ان سے بھی روپے لیتے آئیں (۳) ۱۹۲۶ء کے لئے چندہ پیشگی لائیں تاکہ وی پی کا مزید خرچ ۲/ جھنجھٹ دور ہو (۴) تمام نئی کتب سلسلہ احمدیہ کی دفتر ریویو سے خرید فرمائیں جو یہاں مہیا کی جائینگی ؛

حضرت مسیح موعود پر سخت کلامی کے اعتراض کا جواب

آپ کا سوال دوسرے بزرگوں کے متعلق سخت کلامی کی تعلیم اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے عمل اور اُن کی جماعت کے عمل کے متعلق ہے کہ آیا یہ تعلیم حضرت مرزا صاحب کی ہے یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور کیا حضرت مرزا صاحب اس تعلیم پر عمل بھی کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں دو قسم کے اعمال ہوتے ہیں ایک وہ اعمال جو ہر صورت ناجائز ہوتے ہیں۔ اور ایک وہ اعمال جو دفاعی صورت میں جائز ہوتے ہیں۔ وہ اعمال جو ہر صورت میں منع ہیں۔ انکی مثال ایسی ہے جیسے جھوٹ بولنا فسق و فجور وغیرہ۔ کسی شخص کا کوئی عمل ان افعال کو جائز نہیں کر سکتا لیکن بعض عمل ایسے ہیں جو کہ ابتدائی طور پر ناجائز ہیں۔ اور دفاعی طور پر جائز ہی نہیں۔ بلکہ بعض اوقات ضروری ہو جاتے ہیں۔ مثلاً قتل اپنی ذات میں نہایت ہی بُرا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کے جہنم میں جانے کے مستحق بنا دینے والے اعمال میں خصوصیت سے قتل کا ذکر کیا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ قتل کرتے تھے تو کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ ایک طرف تو قرآن کریم میں قتل کی نسبت کہا ہے کہ جائز نہیں۔ اور جو شخص کرتا ہے وہ گنہگار اور جہنمی ہے اور دوسری طرف خود صحابہ کرامؓ قتل کرتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انکو قتل کرنیکے لئے میدان جنگ میں لیجاتے ہیں۔ اس کا یہی جواب دیا جا سکتا ہے اور یہی جواب صحیح ہے کہ قتل ان اعمال میں سے ہے جو ابتداءً ناپسند اور خطرناک گناہ ہیں۔ اور دفاعاً جائز ہی نہیں۔ بلکہ ضروری ہیں۔ اس قسم کے اعمال میں سے کسی مذہب کے عیبوں کا بیان کرنا بھی ہے۔ اسلام اسکو ناپسند کرتا ہے۔ اور گناہ قرار دیتا ہے۔ کہ ہم کسی مذہب کے عیب بیان کریں لیکن اگر دوسرے مذہب کے پیرو باوجود ہمارے حملہ نہ کرنیکے اور باوجود ہمارے اپنے مذہب کی خوبیوں پر اکتفا کرنیکے اسلام اور بانیٔ اسلام پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ تو چونکہ اس سے یہ خطرہ پیدا ہوتا ہے

کہ ہزاروں لاکھوں انسان یہ خیال کر لیں کہ چونکہ اسلام میں عیب ہیں اس لئے دوسرے لوگ ان عیبوں کو بیان کرتے ہیں۔ اور دوسرے مذاہب میں عیب نہیں اور اس لئے مسلمانوں میں عیب بیان کرنیکی طاقت نہیں۔ اس لئے ایسے موقع پر لوگوں کی ایمانی حالت کو محفوظ رکھنے کے لئے اور اُنکو ایک روحانی موت سے بچانے کیلئے دفاع صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے۔ کہ اُن دوسرے مذاہب کے بھی عیبوں کو بیان کیا جائے۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ ان لوگوں کا اسلام پر حملہ کرنا محض تعصب اور ضد کی بناء پر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یا آپ کے اتباع نے اگر کسی دوسرے مذہب کے عیبوں کو بیان کیا ہے۔ تو اسی صورت میں کیا ہے۔ ہم لوگ دلی طور پر اس بات کو نہایت ناپسند کرتے ہیں لیکن اگر ہمارے بار بار توجہ دلانے کے باوجود بھی کہ یہ طریقہ مذاہب کی تحقیق کا نہیں۔ ایسے لوگ اپنے حملوں اور زیادتیوں سے باز نہیں آتے۔ تو جس طرح کہ صحابہ کرامؓ کا فرض تھا کہ وہ تلواروں کے مقابلہ میں دشمن کو قتل کرنے کی کوشش کریں اور اپنی جانیں بچائیں اسی طرح ہمارا فرض ہے کہ ہم دشمنانِ اسلام کے عیبوں کو دنیا پر ظاہر کر کے اُنکے ناجائز حملوں کا دفاع کریں۔ پس باوجود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُس تعلیم کے جو آپ نے بیان کی ہے اور باوجود بعض جگہوں بعض موقعوں پر دوسرے مذاہب کے عیوب بیان کرنیکے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اور آپ کے اتباع پر کوئی اعتراض نہیں پڑ سکتا۔ ہماری وہ دعوت اب بھی موجود ہے۔ اب بھی اگر غیر مذاہب کے لوگ اپنے طریق کو چھوڑ دیں۔ ہم بھی اُن کے مذہب پر حملہ نہیں کرینگے لیکن دوسرے مذاہب اپنے طریق کو چھوڑ نہیں سکتے اُن کے اندر ایسی خوبیاں نہیں ہیں۔ کہ اُنکو بیان کر کے لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر سکیں اُنکے لئے ایک ہی دروازہ ہے اور وہ یہ کہ اسلام کے عیب بیان کر کر کے سچائی کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کرتے رہیں۔ باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ یہ تعلیم حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تعلیم نہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ تو اللہ تعالےٰ کی تعلیم ہے اگر باوجود اسکے یہ تعلیم خدا کی ہے پھر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے معزز و مکرم ہو سکتے ہیں کہ خدا نے اُنکو اِس تعلیم کے ظاہر کرنیکے لئے چنا تو کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی وجہ سے معزز و مکرم نہیں کہلا سکتے کہ انھوں نے اس تعلیم کو جو اسلام کی جان اور اس کا مغز تھی اور انسان کی روحانی ترقی

کے لئے ایک ضروری سیڑھی تھی صدیوں کے گرد و غبار کی دبی ہوئی حالت سے نکال کر اُسکی اصل صورت میں صاف اور روشن کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا اور جب ہم خدا کی تعلیم کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ رسولِ کریمؐ کی تعلیم ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا کے الہام کے ماتحت اس تعلیم کو پیش کیا تو ہم یہ نہ کہہ سکیں کہ یہ مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ تعلیم اور دوسری تعلیمیں بھی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش کی ہیں انکی تعلیم میں داخل ہیں اس لئے کہ آپؑ نے اِس زمانہ میں ان کو ظاہر کیا ہے۔ پھر وہ رسولِ کریمؐ کی تعلیمات ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شاگردی میں اور آپؐ کے فیض سے حاصل کیا ہے اور شاگرد کے کمالات اُسکے اُستاد کی طرف منسوب ہوتے ہیں خصوصاً جبکہ اسکی تمام تعلیم اُسکے اُستاد کی تعلیم سے ماخوذ ہو۔ پھر باوجود اِسکے جب یہ سب تعلیم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یہ اصل میں خدا ہی کی تعلیم ہے کیونکہ اصل منبع اللہ تعالےٰ ہی ہے جس کے الہام اور جس کی وحی سے رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں معلوم ہوئی تھیں۔ یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اے بدذات فرقہ مولویان لکھ کر گویا سخت کلامی کی ہے تو یہ اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہی نہیں پڑتا بلکہ تمام انبیاء پر پڑتا ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے زمانے کے مولویوں کو سانپو اور اے سانپو کے بچّو اے حرام کارو کہا ہے قرآن کریم میں رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کو عتل۔ زنیم۔ رجیم اور ملعون کہا ہے کیا بدکار یا بدذات کی نسبت یہ الفاظ زیادہ سخت نہیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ گالی اور اظہارِ حقیقت میں فرق ہوتا ہے۔ گالی وہ چیز ہے۔ جس سے اظہارِ غضب مطلوب ہوتا ہے اظہارِ حقیقت مطلوب نہیں ہوتا جن الفاظ کو متکلم بولتا ہے انکی حقیقت مخاطب میں نہیں پائی جاتی مثلاً کسی شخص کی نسبت جس نے اُس کا کوئی مالی نقصان کر دیا ہو کوئی یہ کہدے تو سوّر ہے کُتّا ہے حالانکہ سوّر اور کُتّے کے الفاظ میں جو حقیقت ہے وہ ایسی نہیں جو اس شخص نے کی ہے۔ جو مال نقصان کرتا ہے یہ اظہارِ غضب ہے لیکن اگر جو الفاظ استعمال کیئے گئے ہوں وہ صفاتاً یا مجازاً اس حقیقت کو بیان کرتے ہوں جو مخاطب میں پائے جاتے ہوں۔ تو وہ گالی نہیں بلکہ اظہارِ حقیقت ہے۔ مجازاً کی مثال ایسی ہے کہ حضرت مسیحؑ نے کہا کہ سانپو اے سانپو کے بچّو۔ سانپ کا

کام ڈسنا ہے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تم ہمیشہ انبیاء پر نیش زنی کرتے ہو۔ وہ بھی بلا وجہ جس طرح سانپ بلا وجہ کرتا ہے اور یہ حقیقت ہے گالی نہ تھی مجاز اسلئے استعمال کیا ہے کہ وہ حقیقت کو زیادہ مؤثر پیرایہ میں انسان کے دل پر نقش کرے۔ قرآن کریم میں جو اس قسم کے الفاظ آئے ہیں۔ وہ بھی اظہار حقیقت ہیں گالیاں نہیں ہیں۔ کیونکہ اُن دشمنان اسلام میں وہ باتیں پائی جاتی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ الفاظ استعمال کئے ہیں تو یہ بطور گالی نہیں تھے۔ کیا اس میں شبہ ہے کہ وہ مولوی جن کا حضرت صاحب نے ذکر کیا ہے اور جن کو مخاطب کیا ہے اُنہوں نے ظلم سے اور تعدی و ضد سے اور حسد سے اور بغض سے اُس شخص کا مقابلہ نہیں کیا جس کو دنیا کی اصلاح کے لئے خدا تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بدکاری ہو سکتی ہے۔ پس جو کچھ حضرت اقدسؑ نے تحریر فرمایا وہ اظہار حقیقت تھا نہ کہ گالی۔ ہاں ایک سوال اسجگہ پر اُٹھایا جا سکتا ہے وہ یہ کہ کیا ہر قسم کا اظہار حقیقت اخلاق فاضلہ کے مطابق ہوتا ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ ہر ایک موقعہ پر اظہار حقیقت اخلاق فاضلہ کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ بعض جگہ پر اظہار حقیقت بداخلاقی ہے ایک یک چشم کو یک چشم کہکر پکارنا گو اظہار حقیقت ہی ہوگا کیونکہ وہ واقعہ میں یک چشم ہے لیکن باوجود اس کے وہ بداخلاقی ہوگی۔ ایک چور کو چور کہکر پکارنا بھی بدخلقی ہے لیکن بعض ایسے موقع آتے ہیں جن موقعوں پر اظہار حقیقت ضروری ہوتی ہے جیسے ایک مجسٹریٹ کے سامنے جب ایک چور پیش ہوتا ہے اور تحقیقات کے بعد اُس کا جرم ثابت ہو جاتا ہے۔ اور وہ اُس بات کا فیصلہ کرتا ہے۔ تو کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ اخلاق کی اتباع میں اسے اپنے فیصلہ میں یوں لکھنا چاہیئے۔ کہ اے دیانتدار اور شریف الطبع آدمی۔ میں تجھے چھ ماہ کے لئے قید کرتا ہوں۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ تم چور ہو اور تمھاری چوری ثابت ہو گئی ہے۔ اور اس لئے میں تم کو چھ ماہ کی سزا دیتا ہوں۔ پس ہر جگہ پر کسی حقیقت کا بیان کرنا بداخلاقی نہیں ہوتی۔ چونکہ قرآن سے ثابت ہے۔ کہ دنیا میں نبی نہیں آتا جب تک دنیا فساد اور بدکاری سے بھر نہ جائے اور بغیر فساد اور بدکاری کے دنیا میں نبی آہی نہیں سکتا اس لئے جب کبھی بھی کوئی نبی دنیا میں آویگا وہ مجبور ہوگا کہ اس بات کا اظہار کرے کہ اِس وقت دنیا بدکار ہو گئی ہے اگر وہ اِسطرح اعلان نہ کرے کہ دنیا بدکار ہو گئی ہے اور مجھے خدا نے نبی کرکے بھیجا ہے۔ تو اُس کا یہ فعل اُسکے سارے دعوے کو باطل کر دیگا۔ قرآن کریم میں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض جو بیان کی گئی ہے کہ ظہر الفساد فی البر

والبحر ہر قوم کے لوگ بدکار ہو گئے تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آخری زمانہ کی یہ علامت ہے کہ علماء ان کے زمین کے پردہ پر بدترین مخلوق ہونگے۔ اب اگر مرزا صاحبؑ اس بات کا اظہار نہ کرتے کہ علماء بدکار ہیں تو وہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا دعویٰ کس طرح کرتے۔ اگر انہوں نے مولویوں کو بدکار کہا اور واقع کے مطابق کہا تو یہ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہونیکی دلیل ہوئی۔ اگر آپکو اعتراض ہے تو رسول کریمؐ پر کیجئے۔ نہ مرزا صاحبؑ پر۔ ذرا غور تو کیجئے کہ دنیا کے پردہ پر سب سے شریر اور بدکار یا بدذات میں سے کونسا لفظ سخت ہے۔

مرزا صاحبؑ نے تو پھر بھی لحاظ سے کام لیا ہے اور ان منصوبوں کی ایسی پردہ دری نہیں کی جیسی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی غرض چونکہ حضرت مسیح موعودؑ بطور جج کے آئے تھے جیسا کہ رسول کریمؐ نے فرمایا ہے کہ وہ حَکَم اور عدل ہوگا اس لئے جج کی حیثیت میں آپؑ کا فرض تھا کہ ہر مجرم کے جُرم کو بیان کرتے تاکہ خدا کی طرف سے آنیوالی سزا ظلم نہ قرار پائے ہاں اگر آپکی جماعت میں سے بعض لوگ جن کو خدا نے حَکَم اور عدل نہیں بنایا بے موقع اور بے محل اس قسم کی سخت کلامی کریں تو اُنکا یہ فعل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے بالکل خلاف ہوگا اگر غلطی سے کبھی کوئی لفظ نکل جاوے تو وہ قابلِ معافی ہے لیکن اگر اصرار سے کوئی اُسپر قائم رہے تو وہ مُجرم ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور جواب دِہ۔ حضرت مولوی نورالدین خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ اور میری تقریروں اور تحریروں کو آپ پڑھیں اور پھر دیکھیں کہ کیا ہم نے بھی ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں ان تقریروں اور تحریروں کے پڑھنے سے آپکو یہ بھی معلوم ہو جاویگا کہ ہم ایسے لوگوں کو بہت ڈانٹتے رہتے ہیں اور اُنکے اس فعل کو کبھی بھی پسند نہیں کرتے مگر چند آدمیوں کا جوش دکھانا اس سے جماعت پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ ایک یہودی نے حضرت رسول کریمؐ کو بُرا کہا تو ایک صحابی نے اُسکے مُنہ پر تھپڑ مارا۔ کیا اس کا یہ نتیجہ آپ نکالینگے کہ نعوذ باللہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکی ساری جماعت ہی ایسی تھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اظہار ناراضگی کیا ہم بھی کرتے ہیں بعض لوگوں کی اصلاح لمبا وقت چاہتی ہے اور بعض جلدی اصلاح پذیر ہو جاتے ہیں۔ یہ جو آپنے لکھا ہے کہ مرزا صاحبؑ نے تعلیم تو یہ دی اور عمل اُسکے خلاف کیا اس کا جواب قرآن کریم میں موجود ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے کہ معبودان باطلہ کو گالی مت دو۔ مگر دوسری جگہ پر فرماتا ہے کہ وہ سب جہنّم کا ایندھن ہیں بلکہ یہ فرماتا ہے کہ کبھی بھی سخت الفاظ استعمال نہ کرو اور ساتھ ہی عتل اور زنیم کے الفاظ بھی استعمال کیئے ہیں تو جو جواب قرآن کریم کی طرف سے ہے وہی جواب حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی طرف سے ہے اور وہ وہی جواب ہے جو مَیں اوپر دے آیا ہوں ؛

مسئلہ مساوات انسانی

سوال ؎ :- انسانوں میں جو آپس میں مساوات سمجھی جاتی ہے وہ کن معنوں میں سمجھی جاتی ہے؟ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ کیا بلحاظ ذہنی اور کیا بلحاظ اخلاقی استعداد کے ایک انسان اور دوسرے انسان میں فطری طور پر بہت فرق ہوتا ہے اور پھر اسی قسم کا فرق قوموں میں بھی آپس میں ہوتا ہے اور افراد اور اقوام کی مختلف حالتوں کی توجیہ کرتے وقت ہم ہمیشہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں پھر مساوات کیسی اور اس کا کیا مطلب کہ اپنی اصلی حالت میں تو ہم سب پاک ہوتے ہیں اور بعد میں جو کچھ بنتے ہیں وہ ماحول اور اپنے اعمال کے اثرات سے بنتے ہیں۔

جواب ۔ آپ نے جو سوال لکھا ہے وہ بہت لطیف سوال ہے اور بہت لوگ اس سوال کا جواب نہ سمجھنے کی وجہ سے کئی قسم کی غلطیاں کر بیٹھتے ہیں انسانی ترقی کے لئے جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے بعض ایسے قوانین کی ضرورت ہے جو قوانین کے مختلف حالات کے ماتحت بدلتے ہیں کیونکہ تمام ترقیاں امکان تغیّر کو چاہتی ہیں اگر تغیّر نہ ہو تو ترقی بھی نہیں ہو سکتی تغیّر آگے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تغیّر ذاتی اور ایک تغیّر قومی۔ قرآن شریف میں ان دونو تغیّرات کا ذکر دو صفات الٰہیہ کے ماتحت بیان فرمایا ہے۔ تغیّرات ذاتی کا ذکر صفت الرحیم کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور تغیّرات قومی کا ذکر صفت مالک یوم الدین کے نیچے بیان فرمایا ہے انسانی اعمال کی اتنی جزاء جو اسکی ذات کے ساتھ تعلّق رکھتی ہے وہ رحمت کے ساتھ آتی ہے اور وہ جزا جو تمام اعمال کے مجموعہ کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے یا مختلف افراد کے مجموعہ اعمال کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ وہ مالکِ یوم الدین کے نیچے۔ تمام قانون نیچر میں ہم دیکھتے ہیں کہ انسان صرف اپنے اعمال اور اپنے اندرونی تغیّرات سے ہی متأثر نہیں ہوتا بلکہ اپنے گرد و پیش کے حالات سے بھی متأثر ہوتا ہے۔ جب عارضی طور پر گرد و پیش کے حالات سے وہ متأثر ہوتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنے آباء کے حالات سے جن کے خون اور گوشت میں سے گذرتا ہوا آتا ہے متأثر نہ ہو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ سب سے شریف کون ہے

تو آپ نے فرمایا کہ یوسف جس کا باپ نبی تھا پھر اس کا باپ نبی تھا پھر اس کا باپ نبی تھا اسکے یہی معنی ہیں کہ انسان بعض روحانی اور دماغی قوتوں کو بطور توارث حاصل کرتا ہے اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ اسامہ اور زید رضی اللہ عنہما ایک چادر اوڑھے ہوئے لیٹے ہوئے تھے چونکہ اُنکے رنگ میں فرق تھا بعض نادان بعض دفعہ طنزاً کہہ دیا کرتے تھے کہ یہ اسامہ تو زید کا بیٹا معلوم نہیں ہوتا ایک شخص جو علم قیافہ کا ماہر تھا اُسوقت جبکہ باپ بیٹا دونو ایک چادر کے نیچے مُنہ لپیٹے ہوئے تھے وہاں سے گذرا اور اُس نے دونو کے پاؤں دیکھ کر کہا کہ یہ دونو پاؤں باپ بیٹے کے ہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم یہ بات سُنکر بہت خوش ہوئے اور آپؐ نے بار بار فرمایا کہ دیکھو یہ شخص جو علم قیافہ کا ماہر ہے کہتا ہے کہ یہ پاؤں باپ بیٹے کے ہیں یہ جسمانی تأثر کی مثال ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میاں بیوی اجتماع کے وقت دُعا کرتے ہیں یعنی استعاذہ کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں اللّٰھم جنبنا الخ اُنکا بچہّ مس شیطان سے پاک ہوتا ہے۔ اس حکم میں بھی اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ بچہّ اپنے ماں باپ کی روحانی قوتوں کا ایک حد تک وارث ہوتا ہے اگر ماں باپ کے اندر کوئی بُرائی ہو تو بچہ میں ایک حد تک وہ منتقل ہوتی ہے لیکن اگر ماں باپ اپنے باہمی صحبت کے وقت اپنے خیالات کو کلی طور پر خدا کی طرف لگا دیں تو انکی اسوقت کی توجہ جو اپنے اجتماع کے لحاظ سے بہت زیادہ قوی ہوتی ہے۔ اُن کے اس حصہ میلانات کے رستہ میں روک ہوجاتی ہے جو بدی کی طرف رغبت رکھتی ہو اور جنکی نسبت خطرہ ہو کہ آگے بچوّں میں منتقل ہو جائینگے۔ پس یہ حکم بھی بتاتا ہے کہ ورثہ میں نیکی بدی ملتی ہے۔ پس جس قسم کی مساوات کا لوگ خیال کرتے ہیں وہ بالکل باطل ہے۔ جسمانی اور روحانی دونوں حالتوں میں ایسی مساوات ہرگز نہیں پائی جاتی۔ پھر سوال یہ ہے کہ اگر ایسی مساوات نہیں تو پھر انسان مجبور ہوا جیسا کہ یورپ کے نئے قدری سائنٹیفکو جسٹوں کا خیال ہے گو ایک حد تک یہ بات درست ہے لیکن باوجود اسکے مقدرت اور جزا سزا کے استحقاق میں اس سے کوئی رخنہ نہیں پڑتا کیونکہ جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ جزا اور سزا کے وقت ان تمام کمیوں کو جو ایسے حالات کی وجہ سے انسان میں پیدا ہوئی ہو۔ جو اسکے اختیار میں نہیں مدِ نظر رکھا جاویگا اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا الوزن یومئذ ن الحق اس دن ایک ایسا وزن قائم کیا جائیگا جس میں کوئی باطل داخل ہوگا۔ کسی قسم کی غلطی نہ ہوگی۔ پس خدا تعالیٰ کے محاسبہ کے لحاظ سے مساوات قائم رہی ہماری اپنی قوتوں کے لحاظ سے مساوات باطل ہوگئی مختلف انسان مختلف قوتوں کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں انکی جسمانی قوتیں اور روحانی قوتیں مختلف ہوتی ہیں مگر بہت حد تک اپنی پیدائش کمزوری کو دُور کرنے کی طاقت روحانی

طور پر بھی اور جسمانی طور پر انسان میں موجود ہوتی ہے۔ اگر وہ کوشش کرے تو باوجود اپنی پیدائشی کمزوری کے اپنے نقائص کو دُور کر سکتا ہے اور کرنے والے کرتے بھی ہیں۔ کمزوری کے جس حصّہ کا دُور کرنا اس کی مقدرت سے باہر ہو اور اس کے علم سے باہر ہو اس کا اجر اُس کے حساب کے وقت میں اُس کو مجرا دیا جاوے گا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ فرمایا ہے کہ جزا اور سزا ہم نے نبیوں کے بھی اختیار میں نہیں رکھی۔ اس لئے کہ عالم الغیب صرف ہماری ذات ہے اور اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ اگر ایک انسان دوسرے انسان کے اعمال کا صحیح بدلہ بھی دے تو بھی وہ اُسکے موجودہ اعمال کو مدِّ نظر رکھ سکتا ہے۔ عمل کی دَوڑ کے میدان میں جو مقام اُسکو اپنی پیدائش کے لحاظ سے حاصل ہے اس کا خیال نہیں رکھ سکتا۔ باوجود انبیاء کی اعلیٰ درجہ کی دیانتداری کے اُن کا فیصلہ یقینی طور پر غلط ہوگا پس فرمایا یہ فیصلہ ہم انسان کے سپرد نہیں کر سکتے خواہ وہ کتنا ہی اعلیٰ درجہ کا کیوں نہ ہو کیوں کہ اس فیصلہ کے لئے اتنے متفاوت امور کا مدِّ نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ کہ وہی ہستی یہ فیصلہ دے سکتی ہے۔ جو اگلی اور پچھلی تمام مخلوقات کے تمام اعمال سے واقف ہو اور اُن میں موازنہ کر سکے اور اگلی پچھلی تمام مخلوقات کی تمام قوّتوں سے واقف ہو اور ان کا موازنہ کر سکے۔ چونکہ آپ اس فن کے ماہر ہیں۔ اس لئے مختصر جواب کو کافی سمجھتا ہوں۔ لیکن مَیں امید کرتا ہوں کہ ان مختصر نوٹوں سے تفصیلی امور آپ خود اخذ کر سکینگے ؎

روح فی الواقعہ موجود ہے

فرنچ اخبار ماٹن کے ایک قائم مقام کے سامنے انٹرویو کے دوران میں بتایا کہ میں خاص سائنٹیفک طریقوں سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تمام مذاہب کے بانی بِلا تخصیص سائنٹیفک تحقیقات کے پیشرو تھے۔ اور ان کے دلوں میں صداقت و حقیقت کو کھوج نکالنے کا بڑا بھاری شوق ہُوا کرتا تھا اب تک سائنسدان اس بات پر متفق الرائے رہے ہیں کہ جب انسان مرتا ہے۔ تو اسکا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اسکی تجہیز و تکفین کے ساتھ ہر بات کا اختتام ہو جاتا ہے۔ لیکن تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ خیال غلطی پر مبنی ہے۔ اور ہر شخص جو ضروری تجربات کرنا جانتا ہو۔ چند تجربوں کے بعد ہی اس بات کی صداقت کو جانچ سکتا ہے۔ اگر مَیں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ مَیں نے روح کو ماپنے کا کوئی آلہ ایجاد کر لیا ہے۔ لیکن یہ مَیں بالیقین کہہ سکتا ہوں۔ کہ روح ضرور موجود ہے ہر ایک جسم میں ایک خاص طاقت ہوتی ہے جسے مشعل حیات کہا جا سکتا ہے۔ اس مشعل حیات کی حرکت کی رفتار کا حساب لگایا جا سکتا ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ مشعل حیات زمین کی قوّت اتصال کی برقی مقناطیسی طاقت کے ذریعہ چلتی ہے حزم و احتیاط کے ساتھ حساب کرنے پر آپ دن رات میں ہر وقت اس مشعل حیات کی شعاعوں سے بہرہ اندوز ہو سکتے ہیں اور یہ شعاعیں اپنی نوعیت میں اس قدر لطیف ہیں۔ کہ کسی پیمانہ یا دُوربین کے ذریعہ ان پر قابو حاصل کر کے انہیں شکل و صورت یا وزن وغیرہ کی قید میں نہیں لایا جا سکتا لیکن بایں ہمہ وہ متواتر و مسلسل استحکام کے ساتھ بڑھتی رہتی ہیں۔ اور کوئی شخص انکے وجود سے انکار نہیں کر سکتا ؎

اعجب العجائب
فی عریضتہ امام الغائب

آجکل نجدیوں کے خلاف جہاں اہل سُنّت کے جملہ فرقوں نے صدائے احتجاج بلند کی وہاں شکر کا مقام ہے کہ دولت ایران نے بھی ابن سعود کو بزرگوں کے مزاروں قبوں کے گرانے اور خصوصاً روضہ مطہرہ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نشانہ توپ و تفنگ بنانے سے بزور متنبہ کیا۔ اور بہت کچھ درد دل کا اظہار فرمایا۔ لیکن ساتھ ہی مجھ کو تعجب ہُوا کہ کیوں انہوں نے ایسے قیامت خیز موقعہ پر جس سے بڑھ کر مومنین کے لئے سانحہ روح فرسا ہو ہی نہیں سکتا۔ بجائے ابن سعود جیسے سنگدل حاکم سے ملتجی ہونے کے اپنے امام قائم صاحب العصر والزمان اور خلیفۃ الرحمان سے استمداد کی زحمت گوارا نہ فرمائی۔ کیونکہ اوّل تو بحیثیت صاحب العصر اور حجۃ اللہ فی الارض خود اُن کا اپنا فرض منصبی بھی تھا کہ وہ ایسے غیر معمولی سانحہ فاجعہ کے واقعہ ہوجانے پر خاموش نہ رہتے بلکہ غیبت کُبریٰ کے نقاب کو پرے پھینک کر ایسے مفاسد سے تمام خطہ عرب کو دفعتہً پاک کرنے کا اہتمام اور خیر سے آیندہ کے لئے حجاز اور حرمین شریفین کی حفاظت کا کام بلا شرکت احدے اپنے ہی ذمہ فرما لیتے۔ ورنہ ایک مخلص شیعہ فرمانروا اور اس کے شیعہ اراکین مومنین کی ایسی واجبی التجا والتماس کو یقین واثق ہے کہ وہ مسترد نہ کرتے۔ بلکہ ضرور کفیل کار ہو جاتے۔ رہا یہ سوال کہ حضرت صاحب العصر تو غائب ہیں اُن تک رسائی کیسے ہوسکتی؟ اور عرض حال پُرملال کی سبیل کون سی ہے؟ ع

نہ کسے میرود آنجا نہ کسے مے آید

تو اوّل تو ایران کے شیخ الاسلام یا شاہی مجتہد اعظم کا فرض تھا کہ وہ بلا تامل اپنے فرمانروا کو اُس عریضہ حاجت کی اطلاع فرماتے اور پھر اُس کا مضمون بتلا دیتے جو خاص و عام کے لئے خود بزرگان دین نے حاجتمند مومنین ہی کیلئے بنایا ہے اور

اس کو از بس مجرب و آزمودہ فرمایا ہے بھلا میں ہیچمدان کیا عرض کروں۔ چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔

لیکن بقول شخصے در کار خیر حاجت استخارہ نیست۔ چونکہ سراسر یہ کار خیر ہے اور اس کے فوائد از بس کثیر کتب معتبرہ میں تحریر ہیں۔ میں اپنی طرف سے اس نیک کام میں سبقت کرنے میں ذرا تامل نہیں کرتا۔ مگر اہل سُنّت تو چونکہ نہ شیعوں کی روایات کو معتبر مانتے ہیں نہ اُن کے اوپر یقین رکھتے ہیں نہ سرے سے امام غائب صاحب سے کچھ طلب کرنے کی انکو خواہش ہے۔ جس طرح شیعہ حضرات ہیں کہ اُن کو بھی اہل سُنّت کے ہیچو قسم اور راوی یا اُن کے پیروں پیشواؤں پر چنداں اعتماد نہیں۔ اسواسطے میرے خیال میں عام اہل سُنّت یا اپنے احمدی بھائیوں کو تو اس نسخہ کے تجربہ کرنے کی تکلیف دینا بے سود۔ اور لاحاصل ہے۔ البتہ اپنے ملک ہند و پنجاب کے شیعہ دوستوں کو اسکی یاددہانی کرنا ضروری اور لابد ہے۔ تاکہ جو فرد گزاشت کسی طرح سے ایران کے خود مختار شیعہ مومنین سے ہو گئی ہے۔ ہمارے ہموطن اسکی تلافی فرمادیں اور نیز اپنے ضعیف الاعتقاد حریفوں کو اس گئے گذرے زمانہ میں بھی اپنے امام ہمام کے اعجاز امامت کا کم و بیش کرشمہ دکھلادیں۔ کیونکہ جب ہمیشہ سے ہر زمانہ میں عام مومنین کی معمولی حاجات کے برلانے کے لئے عریضے حضرت امام غائب کے حضور میں ضرور بصد ضرور مشرف ہوتے اور منظور ہوتے رہے ہیں اور اہل حاجت من مانی مراد پاتے رہے ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ تمام خاص و عام امیر و غریب شیعہ مومنین کی متفقہ حاجت اور ایک پاک آرزو کی شنوائی نہ ہو۔ جو خاصکر حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ آلہ و سلم جیسے عظیم الشان آقائے دو عالم کی حرمت و احترام کو برقرار رکھنے کے لئے ہے نہ کسی فرد واحد کی روزمرہ غرض نفسانی کے لئے۔ تو حضرت امام جو حضور صلعم کے نائب اور وصی برحق اور نواسے بھی ہیں سب سے بڑھکر تو یہ اُن کا اپنا ذاتی فرض بھی ہے۔ وہ کیوں اس درد بھری عرضداشت پر التفات نہ فرمائیں گے۔ نہیں جی وہ ضرور بصد ضرور متوجہ ہوکر متصدی کار ہو جائیں گے۔ ذرا کسی طرح سے وہ اس حادثہ عظیم سے مطلع ہو جائیں پھر دیکھ

لیتا کہ ابن سعود نجدی اور اس کے ہوا خواہوں کی کیسی گت بنتی ہے۔ اور ہندوستان کے وہابیوں کے بھی ساتھ ہی اوسان خطا نہ ہو جائیں تو کہنا۔

لیجئے اب ناظرین شائقین کا میں زیادہ قیمتی وقت نہیں لیتا۔ اور اس سریع التاثیر اور از بس مفید نسخہ عریضہ حاجت کے متعلق جو کچھ بزرگانِ دین نے ارشاد فرمایا ہے۔ بلا معاوضہ پہلے اسکو مختصراً لکھتا اور پھر اصل مسودہ عریضہ کو بھی عرض کر دیتا ہوں :۔

حوالہ جات متعلقہ عریضہ از کتب معتبرہ امامیہ اثنا عشریہ :۔

۱۔ علامۃ العصر فخر المتاخرین میرزا حسین النوری الطبرسی اپنی مستند کتاب نجم ثاقب میں تحریر فرماتے ہیں :۔ بحوالہ تحفۃ الزائر مجلسی و مفاتیح النجاۃ سبزواری مروی است ہر کرا حاجتے باشد آنچہ مذکور مے شود بنویسد در رقعہ در یکے از قبور ائمہ علیہم السلام بیندازد۔ یا بہ بندد و مہر کند و خاک پائے را گل سازد و آنرا درمیاں آں بگذارد و در نہرے یا چاہے عمیق یا غدیر آبے اندازد کہ بہ حضرت صاحب الزمان میرسد و او بنفسہٖ متولّی بر آوردن حاجت میشود۔"
(نجم ثاقب مطبوعہ ایران صفحہ ۳۲۳)

۲۔ کتاب تحفۃ العوام جو شیعہ کے روزمرہ اور سال کے ہر ماہ کے اعمال وغیرہ پر مقبول عام کتاب ہے اس میں زیر عنوان دعائے عریضہ یہ عبارت ہے :۔
"یہ دعا لکھ کر بند کر کے درمیان آٹے یا پاک مٹی کے رکھدے۔ دریا یا نہر یا گہرے کنوئیں میں ڈالے کہ جناب صاحب الامر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچتا ہے۔ اور وہ متکفل حاجات ہوتے ہیں اور پندرھویں شعبان کو علی الصباح دریا میں ڈالنا معمول اصحاب ہے۔" (تحفۃ العوام ہفتم ایڈیشن مطبوعہ نولکشور صفحہ ۵۹)
آگے دوسرے موقعہ کی ہدایت بھی ملاحظہ ہو لکھا ہے :۔
"جس وقت عریضہ دریا یا نہر میں ڈالنے کا ارادہ کرے بتوجہ تمام پکارے کہ یا حسین بن روح اور یہ دُعا پڑھ کے عریضہ ڈال دے۔"
اس کے آگے دعا مرقوم ہے۔ یا حسین بن روح سلامٌ علیك الخ (تحفۃ العوام صفحہ ۳۶) ترجمہ دعائے مذا ہے۔ اے حسین بن روح سلام علیک۔ میں اس

امر کی گواہی دیتا ہوں کہ تُو نے خدا کی راہ میں وفات پائی۔ اور یہ کہ تو خدا کے نزدیک زندہ ہے۔ رزق پاتا ہے۔ اور مَیں نے تجھ کو اس زندگی میں مخاطب کیا ہے۔ جو تجھے خدا کے پاس حاصل ہے۔ اور میرا رقعہ اور میری حاجت ہے اسے ہمارے مولا علیہ السلام کے سونپ دیجئے گا اور آپ تو بڑے سچے امین ہیں۔

۳۔ دہلی کے مشہور اخبار اثنا عشری کے ایڈیٹر اور مطبع اثنا عشری کے مالک و مختار سید صغیر حسین صاحب نے بھی مومنین کے ثواب عام کی خاطر اس رقعہ کے فارم کو الگ چھپوایا ہوا ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں کہ "رقعہ کو عطر لگا کر پاک مٹی میں بند کر کے دریا یا نہر یا کنوئیں میں ڈال دے"۔

۴۔ ہمارے پنجاب بلکہ اودھ کے بھی مشہور و معروف رئیس اعظم اور خاندان قزلباش لاہور کے نامی گرامی نواب محترم یعنی نواب فتح علی خان صاحب نے بھی تحفۃ العوام کی تقلید میں ایک مجموعہ اعمال مرتب کر کے سنہ ۱۹۲۱ء میں مومنین کی خاطر خوش خط چھپوایا تھا۔ جس کا نام مفتاح الفتح ہے۔ انہوں نے بھی اس عجیب اور مفید عریضہ کا نسخہ تبرّکاً پاک نوشتوں سے لیا ہے اور اسکی ترکیب کو خاص طور پر درج کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"مخفی نہ رہے کہ رقعہ امام غائب علیہ السلام جو ذیل میں لکھا جاتا ہے پاک سیاہی سے لکھیں رقعہ میں جس جگہ لفظ کذا و کذا مرقوم ہے اس جگہ اپنی مشروعہ حاجات لکھ دیوے وہ رقعہ یہ ہے۔ × × × پس اس رقعہ کو گلِ پاکیزہ میں رکھ کر کسی نہر جاری یا گہرے کنوئیں میں ڈال دیں اس وقت نائب حضرت علیہ السلام کو اس طرح ندا کرے یا حسین ابن روح سلامٌ علیک الخ" مفتاح الفتح صفحہ ۳۹۵

مثل مشہور ہے کہ عاقلاں را اشارہ کافی است اور یہاں تو کتنے ہی علمائے کرام کی شہادت اور تصدیق مفصل حوالہ جات دیکر دکھلا دی ہے۔ اب بھی کسی منطقی شیعہ کو یقین نہ آئے۔ تو وہ جانے۔ ہاں کوئی صاحب کہہ سکتے ہیں کہ تحفۃ العوام میں رقعہ بھیجنے کے لئے ۱۵ شعبان کی قید مرقوم ہے لیکن آپ دیکھ سکتے ہیں کہ علامہ مجلسی اور فاضل سبزواری کی روایات میں علامہ نوری جیسے با دیانت فاضل اجل شیعہ محقق نے اس تاریخ کی تقیید کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اور نہ جناب نواب صاحب نے مفتاح الفتح

میں اس کا اعتنا فرمایا ہے - اور فاضل مدیر اثنا عشری دہلوی کے مطبوعہ فارم عریضہ میں تاریخ کی پابندی مرقوم نہیں ہے - اسواسطے ماہ شعبان تک انتظار کرنے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنے کی مطلق ضرورت نہیں ہے - ورنہ مطلب فوت ہو جانیکا اندیشہ قوی ہے - بتوکل علی اللہ عریضہ لکھ کر بقول جناب میر صاحب دہلوی عطر بھی ضرور لاکر جلد سے جلد حضرت امام کی خدمت میں بھیجدینا چاہیئے - اور پیشتر رقعہ کے کسی دریا یا نہر میں ڈالنے کے واسطے کوئی بزرگ متقی لکھنوی قبلہ مجتہد صاحب منتخب کر رکھیں - اور حضرت امام غایب کے نائب حسین بن روح کو بھی وہی سلامٌ علیک اور بعد کے خطاب سے مخاطب کریں تاکہ عربی عبارت پڑھتے ہوئے زیر زبر کی غلطی نہ ہو جائے - اور صحت نیت کے ساتھ صحت الفاظ کا التزام بھی قائم رہے - اب وہ نسخہ بھی لیجئے ذیل میں بلاکم و کاست عرض ہے :-

نسخہ عریضہ حاجت بہ حضور اقدس حضرت صاحب العصر علیہ السّلام عجّل اللہ فرجہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتبتُ یا مولایَ صلوات اللہ وسلامہٗ علیک مستغیثاً بک وشکوت ما نزل بی مستجیرًا باللہ عزّ وجلّ ثمّ بک من امرٍ قد دھمنی واشغل قلبی واطال فکری وسلبنی بعض لبّی وغیّر خطیر نعمۃ اللہِ عندی - اسلمنی عند تخیل ورودہ الخلیل وتبرّاء منّی عند ترائی اقبالہ الیّ الحمیم - وعجزت عن دفاعہ حیلتی وخاننی فی تحملہ صبری وقوّتی فلجات فیہ الیک وتوکلت فی المسئلۃ للہ جلّ ثناؤہ علیہ وعلیک فی دفاعہ عنّی علماً بمکانک من اللہ ربّ العالمین ولیّ التدبیر ومالک الامور واثقاً بک فی المسارعۃ فی الشّفاعۃ الیہ جلّ ثناؤہٗ فی امری متیقّناً لاجابتہ تبارک وتعالیٰ ایّاک یا عطاء سُؤلیْ وانت یا مولای جدیر بتحقیق ظنّی وتصدیق اَمْلی فیک فی امرِ کذا وکذا - (یہاں اپنا مطلب لکھو)

فیما لا طاقۃ لی بحملہ ولا صبرلی علیہ وان کنت مستحقّاً لہ ولاضعافہ لقبیح افعالی وتفریطی فی الواجبات الّتی لِلّٰہِ عز وجل فاغثنی یا مولایَ صلوات اللہ وسلامہٗ علیک عند اللھف وقدّم المسئلۃ لِلّٰہ عز وجل

فی امری قبل حلول التلف وشماتة الاعداء فبك بسطت النعمة علیّ واسئل اللہ جل جلالہ لی نصراً عزیزاً وفتحاً قریباً فیہ بلوغ الآمال والامن من المخاوف کلھا فی کل حال انہ جل ثناؤہ لما یشاء فعّال لما یرید وھو حسبی ونعم الوکیل فی المبدأ والمآل ما شاء اللہ لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

رقعہ دریا وغیرہ میں ڈالتے وقت خطاب بہ نائب صاحب امام غائب:۔

یا حسین بن روح سلام علیك اشھد ان وفاتك فی سبیل اللہ وانك حیٌّ عند اللہ۔ مرزوقٌ وقد خاطبتك فی حیاتك التی لك عند اللہ عزوجل وھٰذہٖ رقعتی وحاجتی الی مولانا علیہ السلام فسلمھا الیہ وانت الثقة الامین۔ (ترجمہ اس کا اوپر کر دیا گیا ہے۔ خادم)

ترجمہ نسخہ مذکورہ:۔ میرے مولا آپ پر خدا کا درود و سلام ہو۔ میں نے آپ کے حضور میں آپ سے فریادی ہو کر یہ رقعہ لکھا ہے اور میں نے پہلے خدا سے پناہ مانگتے ہوئے پھر آپ سے اس امر کی شکایت کی ہے۔ جس نے مجھ کو حیران و دلگیر و متفکر و متوحش بنا دیا ہے۔ اور خدا کی دی ہوئی بڑی نعمت کو میرے حق میں متغیر کر دیا ہے محض اس کے خیال ہی کرنے سے دوست مجھ کو سلام کر کے چل دیا۔ اور اس کو میری طرف آتا دیکھتے ہی میرا ہوا خواہ مجھ سے بیزار ہو گیا۔ میرا حیلہ اسکے دور کرنے میں کارگر نہیں۔ اور اس کے برداشت کرنے سے میرے صبر و تواں نے جواب دے دیا۔ اس لئے اس بارہ میں حضور سے التجا ہے۔ اور میں اس کے دور کرنے میں خدائے عزّ وجل پر توکل کرتا ہوں اور آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ کیونکہ جانتا ہوں کہ مالک الملک اور تدبیروں کے پورا کرنے والے رب العالمین خدا کے ہاں آپ کا رتبہ کیا ہے؟ اور یقین رکھتا ہوں کہ خدا کے آگے سفارش میں آپ جلدی فرمائیں گے۔ اور خداوند کریم یقیناً میری مراد آپ کو عطا کر دیگا۔ اور جناب مولانا! آپ تو بخوبی جانتے ہیں کہ مجھ کو آپ پر کس قدر حسن ظن ہے۔ اور آپ کے ذریعے امید کی تصدیق فلاں امر میں (یہاں پر اپنا مطلب تحریر کر دینا چاہئیے) جس کی برداشت کی مجھ میں طاقت نہیں اور نہ اس پر خاموش رہ سکتا ہوں اور اگر میں بباعث اپنے افعال قبیحہ اور احکام الٰہی میں کمی کے ارتکاب کے اسی کا بلکہ اس سے زیادہ

تکلیف کا مستحق ہوں۔ تو حضرت مولانا رنج کے وقت میری فریاد کو پہنچیئے گا اور میری تباہی اور دشمنوں کی خوشنودی منانے سے پیشتر میرے مقصد کے لئے خدا سے سوال کیجئے گا آپ ہی کے دم قدم سے مجھے راحت نصیب ہوگی۔ پس خدا سے میرے لئے زبردست امداد اور فتح قریب کا سوال فرمائیے۔ جس میں امید کا حاصل ہو جانا اور اعمال کے ابتدا و آخر میں بھی خیر ہو۔ اور ہر حال میں ہر قسم کے خوف و خطر سے امن نصیب ہو۔ خداوند کریم کو تو سب توفیق ہے۔ جیسے اُس کا ارادہ ہو جائے۔ ویسے ہی حسب منشاء کر لیتا ہے۔ وہی میرے موافق ہو اور شروع و آخر میں وہ بہتر کارساز ہے۔

معز ز ناظرین۔ ایسا سہل الحصول اور سریع التاثیر نسخہ کبھی آپ نے دیکھا یا سُنا ہے؟ امید تو نہیں۔ لیکن بایں ہمہ مَیں اپنے شیعہ دوستوں سے اس کا کچھ معاوضہ یا شکریہ ہرگز نہیں چاہتا۔ لا نُرِیدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا۔ البتہ اس قدر چاہتا ہوں کہ آپ صاحبان اپنے ہی بزرگوں کے بتلائے ہوئے اور بارہا فرمائے ہوئے نسخہ کو ایسے غیر معمولی حادثہ ہوشربا کے موقعہ پر ایک دفعہ آزمائیں۔ اور ضروری ہی آزمائیں۔ ہاں بصد ضرور آزمائیں۔ ہاں سب مومنین بالاتفاق پہلے اپنی تسلی کر لیں کہ نقل رقعہ میں کہیں مجھ عاجز سے تصرف یا سہو تو نہیں ہو گیا اور جناب مجتہد اعظم صاحب قبلہ کے دست مبارک سے اسکو پاک سیاہی سے لکھوا اور عطر دہلوی یا لکھنوی سے معطر کر کے فوراً دریائے گنگا گومتی یا جمنا یا اور کسی نہر یا چاہ میں بسم اللہ کر کے ڈبو ہی دیں۔ اور پھر جو کرے سو خدا۔ اور خدا کے واسطے ایسے اشد ترین ضروری کار خیر میں اس اعلان عام کے بعد عام مسلمانوں کی طرح اب مزید تساہل و تغافل سے کام نہ لیں۔ ورنہ خدانخواستہ بدلہ سنج حریفوں کو جنس ہیچ قسم اعجوبہ روایات کی بنا پر پہلے ہی شیعہ کے خاص معتقدات پر اعتماد نہیں۔ اسی مقولہ کے دُہرانے کا موقعہ ملجائیگا۔ جسے محترم علامہ نوری نے لولو و مرجان میں دروغ باف مرثیہ خوانوں کی مذمت میں قلم بند فرمایا ہے کہ ایسے ہی لوگوں کی زبانی تو جعلی اور وضعی روایات کو سُن سُن کر شیعوں کے مخالف ہمیشہ کہا کرتے ہیں۔ کہ "شیعہ بیت کذب است" (مذہب شیعہ جھوٹ کا گھر ہے) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

اپنے دیرینہ شیعہ دوستوں کا دلی خیر خواہ

خادم حسین خادم احمدی بھیروی

۱۰-اکتوبر ۱۹۲۵ء

بُنیاد کفّارہ کا بُطلان

کفّارہ کے متعلق مسیحی لوگوں کا خیال

مسیحی لوگوں کا خیال بلکہ یقین ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام یہود کے ہاتھ سے صلیب پر جان دیکر اپنے متبعین کو نجات دلانے اور شریعت کی حد بندیوں سے چھڑانے کے لئے کفّارہ ہوئے کیونکہ تمام بنی نوع انسان حضرت آدم علیہ السّلام کے گناہ کرنے کی وجہ سے وراثتاً لامحالہ گنہگار ثابت ہوتے ہیں لیکن حضرت مسیح کی پیدائش چونکہ بغیر باپ کے تھی اس لئے وہ گناہ کی وراثت میں نہ آنیکے باعث گناہوں سے پاک اور مبرّا تھے اور خدا تعالیٰ کا بھی مخلوقات کے معاصی و مظالم کو بغیر بدلہ لینے کے بخش دینا اس کی صفت عدل کے خلاف تھا۔ اس لئے حضرت مسیح ہماری نجات کے لئے اپنی معصوم جان قربان کرتے ہوئے کفارہ ہوئے تا خداوند اپنے پیارے اور بے گناہ بیٹے کو فدیہ میں لیکر انسان کے گناہوں کو معاف کرے اور ہر ایک قسم کے دُکھوں سے نجات دے۔

مسیح ناصری صلیب پر فوت نہیں ہوئے

کفّارہ کا مسئلہ اگرچہ فی نفسہٖ ایسا بودہ اور بعید از قیاس مسئلہ ہے۔ جس کو عقل و نقل بجائے ثابت کرنیکے بڑے زبردست دلائل سے ردّ کر رہی ہیں لیکن اس کی بُنیاد چونکہ مسیح علیہ السّلام کا صلیب پر وفات پا جانا قرار دی گئی ہے اس لئے اگر بدلائل واضح ثابت ہو جاوے کہ مسیح علیہ السّلام صلیب پر مرے نہیں بلکہ وہ زندگی کی حالت میں ہی اُتار لئے گئے تھے تو مسئلہ کفّارہ خود بخود باطل ہو جائیگا اس لئے مَیں بائیبل سے ہی چند دلائل اس امر کے ثبوت کے لئے پیش کرتا ہوں کہ آپ کو یہود نے پھانسی سے عمداً یا سہواً بہرحال زندہ ہی اُتار لیا تھا اس لئے وہ عیسائیوں یا کسی اور انسان کے لئے کفّارہ نہیں ہوئے۔ وما توفیقی الّا باللّٰہ العلی العظیم۔

دلیل اوّل

استثناء باب ۲۱ آیت ۲۳ میں ہے:۔

"وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔"

اب جائے تعجب ہے کہ مسیحی لوگ باوجود حضرت مسیح کو خدا کا برگزیدہ پیغمبر بلکہ خدا کا اکلوتا بیٹا ماننے کے آپ کی ذات بابرکات کی طرف اپنا مدّعا ثابت کرنے کے لئے وہ توہین آمیز

باتیں منسوب کرتے ہیں جن کا کسی نبی کی طرف نسبت کرنا خدا ترس انسان کا کام نہیں ہے۔کیونکہ جب تورات میں صریح طور پر یہ اصول قائم کیا گیا ہے کہ جو شخص پھانسی دیا جاتا ہے وہ ملعون یعنی خداوند کی بارگاہ سے دُور اور اس قدر پلید ہو جاتا ہے کہ استثناء ۲۱/۲۲ میں ہی حکم ہے کہ :۔

"اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے بلکہ تُو اسی دن اُسے گاڑ دے ......کہ تیری زمین جس کا وارث خداوند تیرا خدا تجھ کو کرتا ہے ناپاک کی جاوے"

تو پھر حضرت مسیحؑ کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ ہمیں شریعت سے چھڑانے کے لئے ملعون ہُوا آپ کی توہین اور کسرِ شان اور آپکی نبوّت سے انکار کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟
قابلِ غور تو یہ امر ہے کہ جو شخص پھانسی پر وفات پانیکی وجہ سے ملعون ثابت ہو گیا وہ تو اپنی نجات کے لئے ہی غیر کا محتاج ہے چہ جائیکہ وہ دوسروں کا نجات دہندہ ہو۔سو عیسائی صاحبان کا یہ عذر کہ وہ اپنے گناہوں کے باعث ملعون نہیں ہوئے بلکہ ہمارے گناہ معاف کرانیکے لئے پھانسی دیئے گئے ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

پس نہائیت افسوس ہے ان پادریوں اور حامیانِ کفّارہ کی عقل و فہم پر جو دیدہ دانستہ اپنے یسوع مسیحؑ کو ملعون ٹھہراتے ہیں۔

حق یہی ہے کہ حضرت مسیحؑ خدا کے مقرّب اور راستباز نبی تھے۔اس لئے وہ صلیب پر فوت نہ ہو کر لعنت سے بچائے گئے اور دیگر انبیاء کی طرح دنیا و آخرت میں عزّت دیئے گئے۔

دلیل دوم حضرت مسیحؑ کے صلیب پر فوت نہ ہونیکی یہ ہے کہ اُس زمانہ میں جو کسی کو پھانسی دیا جاتا تھا تو ضروری ہوتا تھا کہ مصلوب کی ہڈیاں توڑی جاویں چنانچہ یسوع کے دو نو مصلوب ساتھیوں کی ٹانگیں بھی توڑی گئیں یوحنا ۱۹/۲۲۔کیونکہ وہ صلیب اس قسم کی ہوتی تھی کہ باوجود اس پر مجرم کے چڑھائے جانیکے اگر اس کی ہڈیاں نہ توڑی جاویں تو غالب خیال ہوتا تھا کہ وہ مرا نہیں بلکہ زندہ ہے۔اب ہم یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آیا صلیب پر چڑھائے جانیکے بعد مسیح علیہ السلام کی ہڈیاں توڑی گئیں یا نہیں انجیل مقدس میں غور کرتے ہیں تو ہم پر یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپکی ہڈیاں نہ توڑی

گئی تھیں چنانچہ یوحنا ۱۹/۳۲و۳۳ میں لکھا ہے:۔

"پس سپاہیوں نے آکر پہلے اور دوسرے شخص کی ٹانگیں توڑیں جو اسکے ساتھ مصلوب ہوئے تھے لیکن جب انہوں نے یسوع کے پاس آکر دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اُس کی ٹانگیں نہ توڑیں"

اب صاف ظاہر ہے کہ آپ کے مصلوب ساتھیوں کی ٹانگیں وغیرہ توڑی گئیں لیکن مسیح علیہ السّلام کی ٹانگیں آپ کو مُردہ خیال کر کے نہ توڑی گئیں۔ جس سے ظنِّ غالب ہو جاتا ہے کہ یسوع مسیح صلیب پر فوت نہ ہوئے تھے لیکن ظنِّ غالب کے ہوتے ہوئے بھی احتمال تو ہے کہ آپنے وہیں جان دیدی ہو۔ اس لئے اس ظنّ کو یقینی مرتبہ تک پہنچانے اور اس شبہ کے دُور کرنے کے لیئے کہ سپاہیوں نے اُن کو مرا ہوا دیکھا ہم ناظرین کو اسکے بعد کی آیت پڑھنے کی تکلیف دیتے ہیں جہاں لکھا ہے:۔

"مگر اُن میں سے ایک سپاہی نے بھالے سے اُس کی پسلی چھیدی اور فی الفور اُس سے خون اور پانی بہ نکلا۔" (یوحنا ۱۹/۳۴)

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ باوجود حضرت مسیحؑ کو سپاہیوں کے مُردہ سمجھنے کے آپکے بدن کو جب چھیدا گیا تو اُس سے خون بہ نکلا جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ صلیب پر مرے نہیں تھے بلکہ دیکھنے والوں نے غلطی سے یا کسی اور مخفی وجہ سے اُن کو مرا ہوا ظاہر کیا ورنہ ایک مردہ کے بدن سے خون کا نکلنا محالات سے ہے۔

دلیل سوم حضرت مسیحؑ کے صلیب سے زندہ اُترنے کی یہ ہے کہ باوجودیکہ آپ کو صلیب سے اُتار کر قبر میں رکھدیا گیا پھر بھی فریسیوں اور کاہنوں کو اُن کی موت کا یقین نہ تھا چنانچہ متی ۲۷/۶۲تا۶۴ میں لکھا ہے "دوسرے دن جو تیاری کے بعد کا دن تھا سردار کاہنوں اور فریسیوں نے پیلاطس کے پاس جمع ہو کر کہا۔ خداوند ہمیں یاد ہے کہ اس دھوکہ باز نے جیتے جی کہا تھا کہ میں تین دن کے بعد جی اُٹھونگا پس حکم دے کہ تیسرے دن تک قبر کی حفاظت کی جاوے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے شاگرد آکر اُسے چُرالے جائیں اور لوگوں سے کہدیں کہ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھا۔ تو یہ پچھلا دھوکہ پہلے سے بھی بُرا ہوگا۔"

اب غور کرنیکا مقام ہے کہ اگر مسیح علیہ السّلام صلیب پر واقعی فوت ہو چکے تھے تو

پھر فریسیوں و کاہنوں کو کس طرح گمان ہو سکتا تھا کہ وہ تیسرے دن زندہ ہو کر لوگوں کو دھوکہ دینے کا موجب ہو گا۔ کیونکہ وہ تو اس بات کے قائل ہی نہ تھے کہ حضرت مسیحؑ فی الواقع فوت ہو کر پھر بطور معجزہ کے زندہ ہو سکتے ہیں۔ اگر ان کو آپکی پیشگوئیوں اور معجزات کے صحیح ہونیکا یقین ہوتا تو وہ آپ کو صادق و راستباز نبی تسلیم کرتیکی بجائے آپکے سر مبارک پر مصنوعی تاج ہنسی اور ٹھٹھا کرنے کے لئے نہ رکھتے اور نہ آپکو دھوکہ باز وغیرہ الفاظ سے پکارتے۔

پس یہودیوں کا پیلاطس کے پاس جا کر مسیحؑ کی قبر پر پہرہ کا انتظام کروانا صریح دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ وہ صلیب پر بوجہ ہڈیاں نہ توڑے جانے اور جلدی اُتارے جانے کے مرے نہیں تھے اسی لئے انہوں نے یہ انتظام کیا کہ قبر پر پہرہ رکھا جاوے تاکہ تین دن تک بغیر کھانے پینے کے پڑے رہنے سے خصوصاً جبکہ زخموں اور چوٹوں کی وجہ سے غشی کی حالت میں تھے آپ کی موت آجاوے۔

تو جب حضرت مسیحؑ کو پھانسی دینے والے ان کی موت کو یقینی طور پر نہ سمجھتے ہوئے اس طرح اضطراب و بیقراری میں معلوم ہوتے ہیں تو پادری صاحبان کو یہ کہنے کا کیا حق ہے ؟ کہ حضرت یسوع مسیح صلیب پر یقیناً فوت ہو کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوئے

دلیل چہارم جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے یہ ہے کہ وہ خود اپنے متعلق ایک پیشگوئی بایں الفاظ فرماتے ہیں :۔

”مگر یونسؑ نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائیگا کیونکہ جیسے یونسؑ تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہیگا“ متی ۱۲/۴۰

اب ظاہر ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت ہو گئے ہوں تو ان کی یہ پیشگوئی غلط ثابت ہوتی ہے کیونکہ حضرت یونس علیہ السلام جو تین دن رات تک مچھلی کے پیٹ میں رہے تو وہ مرے نہیں تھے جیسا کہ یوناہ نبی کی کتاب کے باب ۲ کے مطالعہ کرنے سے صاف طور پر معلوم ہو سکتا ہے اس لئے ضروری تھا کہ حضرت مسیحؑ بھی تین دن زندہ ہونیکی حالت میں ہی زمین کے اندر رہے ہوں ورنہ الفاظ ”جیسے یونس رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہیگا“

ہرگز صحیح اور درست نہیں ہو سکتے۔ پس حضرت مسیحؑ کی پیشگوئی واضح طور پر آپ کے صلیب سے زندہ اترنے کا ثبوت ہے لیکن جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو سمندر میں پھینکنے والوں نے آپکی موت کا یقین کر لیا ہوگا حالانکہ وہ زندہ تھے اسی طرح باوجود اسکے کہ حضرت مسیحؑ صلیب سے زندہ اتارے جا کر زندگی کی حالت میں ہی قبر میں رکھے گئے ضروری تھا کہ بعض لوگ ان کو اس عرصہ میں فوت شدہ خیال کریں۔ تا دونوں نبیوں میں کمال مشابہت ثابت ہونیکی وجہ سے پیشگوئی باحسن الوجوہ پوری ہو کر خلق خدا کی رہنمائی کا موجب ہو سکے مگر مسیحؑ کے صلیب پر مرنیکا عقیدہ رکھنے سے جہاں مسیحیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضرت مسیحؑ کو نعوذ باللہ ملعون سمجھیں وہاں انہیں یہ بھی ماننا پڑیگا کہ آپکی پیشگوئیاں محض اٹکل پچو اور قیاسی ڈھکوسلے تھے حالانکہ ان دونوں امور کا حضرت مسیحؑ کی ذات بابرکات میں پایا جانا محال ہے کیونکہ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے راستباز نبی تھے اور جو محال کو مستلزم ہو وہ خود محال ہوتا ہے پس مسیحؑ کا صلیب پر وفات پانا محال ثابت ہوا۔ وھو المراد

دلیل پنجم حضرت مسیحؑ کے صلیب پر وفات نہ پانے کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ضعیف و ناتوان بندوں کی حالت پر رحم کرتے ہوئے ایک دعا کا سلسلہ جاری کیا ہوا ہے کہ جب انسان ظاہری اسباب سے مایوس ہو کر نہایت بیقراری کی حالت میں عاجزی کے ساتھ رب العالمین سے دعا کرتا ہے اور اپنے آپکو ہر پہلو سے کمزور پا کر اسکے فیض کا طلبگار ہوتا ہے تو ایسے موقعہ پر خداوند کریم اپنی صفت رحیمیت کے تقاضا سے ایسے انسان کی دعا قبول کر کے اس کی حاجت روائی فرماتا ہے یہ ایسا اصول ہے جسکو قرآن مجید اور انجیل دونوں نے بیان کیا ہے چنانچہ قرآن مجید کی سورۃ بقرہ ع ۲۳ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے واذا سألك عبادی عنّی فانّی قریب اُجیبُ دعوۃ الداع اذا دعانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لی و لیؤمنوا بی لعلھم یرشدون کہ جب میرے متعلق میرے بندوں کے دل میں خیال پیدا ہو کہ آیا وہ ہماری دعائیں سنتا ہے یا نہیں تو انکو یاد رکھنا چاہیئے کہ میں اُن سے بہت قریب ہوں اور دعا کرنیوالے کی دعا کرنے والے کی دعا جب وہ شرک سے بیزار ہو کر قبولیت

کا یقین رکھتے ہوئے مجھے پکارے) قبول کر کے اس کی حاجات کو پورا کرتا ہوں۔

اور متی ۶ میں ہے۔ وہ جب تو دعا مانگے تو اپنی کوٹھڑی جا اور دروازہ بند کر کے اپنے باپ سے جو پوشیدگی میں ہے دُعا مانگ اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دیگا۔"

پھر متی باب آیت ۸ و ۹ میں آتا ہے:-

"دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائیگا کیونکہ جو کوئی مانگتا ہے اُسے ملتا ہے اور جو ڈھونڈتا ہے وہ پاتا ہے اور جو کوئی کھٹکھٹاتا ہے اس کے واسطے کھولا جائیگا تم میں ایسا کون آدمی ہے کہ اگر اُس کا بیٹا اُس سے روٹی مانگے تو وہ اُسے پتھر دے ..... تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے اپنے مانگنے والوں کو اچھی چیزیں کیوں نہ دیگا"

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ اصول اپنے اُن بندوں کے لئے ہے جو دنیا میں اکثر خدا سے غافل اور دُور رہتے ہیں اور بسا اوقات اپنی خواہشات نفسانی کو رضاء الٰہی پر مقدم کرتے ہیں لیکن وہ محبوبانِ الٰہی جو اپنے عیش و آرام کو اپنے خالق کی رضاء کے لئے قربان کر دیتے ہیں اور دنیا کے کیڑوں سے ہر طرح کے مصائب اور تکالیف اُٹھاتے ہیں اور ستائے جاتے ہیں دُکھ دیئے جاتے ہیں وطنوں سے بے وطن کیئے جاتے ہیں اُن کے مال و اسباب لوٹ لئے جاتے ہیں غرضیکہ ہر ممکن طریق سے لوگ ان کو ذلیل و رسوا کرنا چاہتے ہیں لیکن چونکہ وہ اپنے خدا کے ساتھ عشق حقیقی رکھتے ہیں اسلئے ایسی زندگی پر جو خداوند کریم سے دُوری کا باعث ہو موت کو ہزارہا درجہ ترجیح دیتے ہیں اور اُن کی خواہش و تمنا وہی ہوتی ہے جو خود خدا اُنکے دل میں ڈالتا ہے ان کی دعائیں تو خدا کے حضور میں خاص طور پر قبولیت کا شرف حاصل کرتی ہیں کیونکہ اُن کی کوئی دُعا اور پکار بغیر منشاء الٰہی کے متصوّر نہیں ہو سکتی خصوصاً ان کی وہ دُعائیں تو ضرور ہی قبول ہوتی ہیں جن میں وہ نہایت تضرع اور ابتہال کے ساتھ اپنے خدا کو بار بار پکارتے ہیں کیونکہ انبیاءؑ کی ایسی دُعائیں اگر قبول نہ ہوں تو لوگوں کے فتنہ میں پڑنے کا سخت خطرہ ہوتا ہے اور نیز انبیاءؑ و عام لوگوں میں کوئی تمیز باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

اب ہم اس مندرجہ بالا اصول کو مدّ نظر رکھتے ہوئے انجیل کو دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ یا آپ کے شاگردوں نے آپکی صلیبی موت سے نجات پانے کے لئے دُعا کی ہے یا نہیں تو ہم متی ۲۶ - ۳۶ تا ۴۴ میں لکھا ہوا پاتے ہیں :-

" اس وقت یسوع ان کے ساتھ گتسمنی نام ایک جگہ میں آیا اور اپنے شاگردوں سے کہا کہ یہیں بیٹھے رہنا جب تک کہ میں وہاں جاکر دعا مانگوں ...... پھر تھوڑا آگے بڑھا اور مُنہ کے بل گر کر یہ دعا مانگی اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے تاہم جیسا میں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا تُو چاہتا ہے ویسا ہی ہو پھر شاگردوں کے پاس آکر..... کہا..... جاگو اور دعا مانگو تاکہ آزمائش میں نہ پڑو..... پھر دوبارہ اُس نے جاکر یہ دعا مانگی اے میرے باپ اگر یہ پیئے بغیر نہیں ٹل سکتا تو تیری مرضی پوری ہو..... اور وہی بات پھر کہکر تیسری بار دعا مانگی "

ان آیات سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ بار بار عاجزی کے ساتھ موت کا یہ پیالہ ٹالنے کے لئے دُعا کرتے رہے وہاں یہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو جگا کر اُن سے بھی دُعا کرواتے رہے ۔

پھر یہی نہیں بلکہ خدا کے رحم اور اس کی شفقت کو جذب کرنے والے الفاظ میں دعا کر کے صلیبی موت کے نجات پانے کے خواستگار ہوتے ہیں چنانچہ متی ۲۷ - ۴۶ میں لکھا ہے:-

" اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے ساتھ چلّا کر کہا ایلی ایلی لما سبقتنی یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا "

پس ان دردناک دُعاؤں کے ہوتے ہوئے بھی اگر مسیحیوں کے خیال کے مطابق تسلیم کر لیا جاوے کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر فوت ہو گئے تھے تو لامحالہ ایک نبی کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ مسیح علیہ السلام نہایت زاری و بیقراری سے آخری دم تک دُعا کرتے ہیں لیکن پھر بھی آپکی دُعا کو مثل گنہگار و عاصیوں کی دُعا کے رد کیا جاتا ہے ۔ حالانکہ دشمن بھی آپکو صلیب پر مار کر خوشی مناتے ہیں اور خدا کے پیارے نبی کو فرمودہ تورات کے مطابق جھوٹا ثابت کر کے خدا کے حضور بری ہو جاتے ہیں جس سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) مفتری علی اللہ اور اپنے

دعاوی رسالۃ وغیرہ میں کاذب تھے ورنہ ضرور تھا کہ خداوند کریم اُن کی تائید و نصرۃ فرماکر ان کی صداقت و راستبازی کا ثبوت دیتا۔ لیکن اصل بات یہی ہے کہ مسیح علیہ السلام خدا تعالیٰ کی طرف سے راستباز نبی تھے۔ اس لئے آپکی دعائیں قبول ہوئیں اور ضرور قبول ہوئیں اور آپ اُس موت سے بچائے گئے۔ جس سے مخالفین تا قیامت آپکو لعنتی اور دروغگو انسان خیال کرتے۔

سو متذکرہ بالا دلائل سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہی اُتار لئے گئے تھے۔

پس کفارہ کے معتقدین کا فرض ہے کہ وہ پہلے کفارہ کی بنیاد کو مضبوط و مستحکم کریں مگر ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ وہ ہرگز مسیح کی صلیبی موت کو ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ آپ کی صلیبی موت علاوہ عقلی دلائل خود بائبل سے ہی باطل ثابت ہو رہی ہے ؛

مسلمان تاجروں کیلئے چند مفید باتیں

اس وقت مسلمانوں کی مالی حالت سخت کمزور ہو رہی ہے ہر ایک قوم اس زمانہ میں مسلمانوں سے مال میں بڑھی ہوئی ہے بہت سے لوگ اس کا باعث یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ اسلام میں سود کی ممانعت ہے اور دوسرے مذاہب میں اسکی اجازت ہے اس لئے دیگر اقوام مسلمانوں پر مال میں تفوق لے گئیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جاوے تو یہ بات بالکل غلط ثابت ہو گی کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج سے پانچ چھ سو سال پہلے جو مسلمانوں کی حالت تھی وہ آج سے کروڑہا درجہ بہتر تھی اور تمام لوگ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اُس وقت مسلمانوں کی مالی طاقت سب سے بڑھی ہوئی تھی تو کیا اسوقت مسلمانوں میں سُود حرام نہ سمجھا جاتا تھا ؟ اگر تھا اور یقیناً تھا اور اسپر تمام مسلمان آج سے زیادہ کاربند تھے تو کیا وجہ ہے کہ اس وقت تو مسلمان باوجود سود کو قطعی حرام سمجھنے کے اور سخت پابندی کے مالا مال تھے اور آج دن

بدن نیچے کی طرف جا رہے ہیں ۔

پس اس کا باعث سُود نہیں بلکہ تہہ میں ایک اور بات ہے جس کو ترک کرنے سے اِن کی یہ حالت ہو رہی ہے ۔ اور وہ پیشۂ تجارت ہے ۔ نہ صرف آجکل ہی بلکہ ہر زمانہ اور ہر دَور میں اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ تجارت ایک نہایت اعلیٰ اور شریف پیشہ ہے ۔ جبتک تو مسلمان اس پر عمل کرتے رہے تب تک تو مالدار کہلاتے رہے اور جب اِدھر اِسے چھوڑ دیا اور اُدھر خدا تعالیٰ سے تعلق منقطع ہو گیا ۔ اُسی وقت سے ذلّت پر ذلّت اور مار پر مار کھا رہے ہیں ۔ پس جب تک یہ اپنی دو تو بھولی بسری نیک عادتوں کو اپنے اندر دوبارہ پیدا نہ کرینگے تب تک اِن کا یہی حال رہیگا ۔

اِس وقت مَیں آپ لوگوں کے سامنے وہ اصول رکھونگا جو اسلام نے تجارت کے متعلق بیان فرمائے ہیں اور جن کو مدِّ نظر رکھ کر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر ایک شخص کامیاب ہو سکتا ہے ۔

سب سے پہلے نیک نیّتی ۔ صدق ۔ راستی ۔ اخلاص اور خدا تعالیٰ کی ذات پر اعتماد وہ زرین اصول ہیں جن کی قرآن مجید بڑے زور کے ساتھ ہر ایک کام کے وقت خیال رکھنے کی تلقین فرماتا ہے ۔ کیونکہ وہ شخص کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا جو بدنیّت جھوٹا اور دھوکہ دینے والا ہو ۔ خصوصاً تجارت کو ان باتوں سے ایک گہرا تعلق ہے کہ ان کو مدِّ نظر رکھے بغیر کوئی شخص کامیاب نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ تجارت دوسروں پر اعتماد اور بھروسہ اور حُسن ظنی پر چلتی ہے ۔ اور جو شخص اس قابل ہی نہ ہوگا اس سے دوسرے لوگ کبھی معاملت نہیں کرینگے ۔

اس کے متعلق اسلام کے احکام ملاحظہ ہوں ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :
لَا تَأْكُلُوا اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ یعنی لوگوں کا مال دھوکہ اور ناجائز طریق سے نہ کھانا چاہیئے بلکہ ہمیشہ ایمانداری سے کام لینا چاہیئے ۔ پس سب سے پہلے ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ وہ قرآن مجید کے اس حکم کے مطابق نیک نیّتی اور راستی سے کام کرے

تاکہ اللہ تعالیٰ اس کو اسکے اعلیٰ سے اعلیٰ ثمرات عطا فرما دے

(۲) حدیث میں آنحضرت صلعم فرماتے ہیں التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء - یعنی وہ تاجر جو سچ بولے اور امین ہو وہ نبیوں اور صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہے۔ اور فرماتے ہیں لا یدخل الجنّۃ لحمٌ نبتَ مِن السُّحتِ وکل لحم نبت من السّحتِ کانت النارُ اولیٰ بہٖ یعنی جنت میں وہ گوشت داخل نہ ہوگا جو حرام سے بنا کیونکہ اس گوشت کی جو حرام سے بنے آگ زیادہ حقدار ہے۔

سو ہمیں حرام سے بچنا چاہیئے اور حلال چیز استعمال کرنا چاہیئے تاکہ خدا کی بھڑکتی آگ سے محفوظ رہیں۔

اس کے بعد میں وہ بیوع لکھتا ہوں جن کو اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے۔ اور جن کے باعث لوگوں کو بعض دفعہ سخت نقصان اُٹھانا پڑتا ہے اور .... لوگوں کو بعض دفعہ سخت پریشان ہونا پڑتا ہے:۔

اوّل - عن عبد اللہ ابن عمر انّ النبی صلے اللہ علیہ وسلم نھیٰ عن بیع الثمار حتی یبدو صلاحھا نھی البائع والمشتری - متفق علیہ -

ترجمہ - حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے منع فرمایا پھلوں کی بیع سے یہاں تک کہ ان کا پکنا ظاہر ہو جاوے آپ نے بائع اور مشتری دونو کو منع فرمایا - یہ حدیث بخاری اور مسلم دونو میں موجود ہے اور آپ کا یہ فرمانا ایک حکمت پر مبنی ہے اور وہ یہ کہ اکثر دیکھا گیا ہے بعض لوگ جب دیکھتے ہیں کہ درخت پر کچّا پھل کثرت سے ہے تو فوراً سودا کرنا شروع کر دیتے ہیں اور نہیں دیکھتے کہ وہ ابھی کچّا ہے چنانچہ بعض دفعہ ایسی آفت پڑتی ہے کہ پھل گر کر تلف ہو جاتا ہے اور بہت نقصان ہوتا ہے - چنانچہ آپ نے اس کی تشریح میں فرمایا یأمن العاھۃ یعنی آفات سے وہ محفوظ ہو جاوے تو اس وقت بیع کرنا چاہیئے یہ حکم اگر مدِّنظر رکھا جاوے تو بہت سے فوائد حاصل کیئے جا سکتے ہیں اور بہت سے نقصانات سے انسان محفوظ رہ سکتا ہے۔

۲۔ عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلعم لا تلقوا الجلب فمن تلقاہ فاشتری منہ فاذا اتی سیدہ السوق فھو بالخیار (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کہ آنحضرتؐ نے فرمایا قافلوں کو شہر سے باہر نکل کر مت ملا کرو اور جو اس طرح پر خرید کرلے تو جب مالک بازار میں آوے اسے اختیار ہوگا۔ اگر چاہے تو بیع کو برقرار رہنے دے چاہے واپس کرلے۔ یعنی جو لوگ ایک گاؤں سے دوسرے شہر میں چیزیں لاتے ہیں ان کو راستہ میں ہی نہیں جا ملنا چاہیئے کیونکہ ان بچاروں کو پتہ نہیں ہوتا کہ بازار میں کیا بھاؤ ہے اور وہ دھوکہ کھاتے ہیں اس لئے آپ نے منع فرمایا کہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے اور اگر کوئی ایسا کرے بھی تو مالک کو اختیار ہے کہ بازار میں جاکر اگر دیکھے کہ مجھے نقصان ہُوا تو واپس کرلے۔

۳۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال نھی النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن بیع الحصاۃ وعن بیع الغرر۔ (مسلم)

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے منع فرمایا کنکروں کی بیع سے اور دھوکہ کی بیع سے۔ لوگ بعض دفعہ اس طرح بھی بیع کرتے ہیں کہ بہت سی چیزیں پڑی ہوتی ہیں کہتے ہیں کہ ہم کنکر پھینکتے ہیں جس پر بھی کنکر پڑ گیا اس کو اتنی قیمت پر خرید لیں گے۔ اس طرح بعض دفعہ مشتری کو نقصان ہوتا ہے اور بعض دفعہ بائع کو نقصان ہو جاتا ہے اور یہ جوئے کی طرح ہے اس لئے حضورؐ نے منع فرمایا کہ ایسی دھوکہ کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔

۴۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع العربان۔ (ابو داؤد۔ ابن ماجہ) حضرت عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے کہ آنحضرتؐ نے منع فرمایا عربان کی بیع سے۔ اور وہ یہ کہ ایک شخص جاکر کسی سے ایک چیز خریدتا ہے اور اُسے کہتا ہے کہ یہ ایک روپیہ یا دو روپیہ لے لو اگر کل یا فلاں دن میں نے آکر یہ چیز لے لی تب تو یہ روپیہ قیمت سے کاٹ لینگے اور اگر نہ آیا اور بیع نہ ہوئی تو روپیہ بھی میں واپس نہ لونگا گویا یہ ہرجانہ کے طور پر تمہیں ہی دیدیا جاویگا۔ اس بیع کو آنحضرتؐ نے منع فرمایا ہے کیونکہ اسمیں ایک فضول شرط ہے اور دھوکہ بھی لگ جاتا ہے مثلاً بائع بعض دفعہ ایسی کوشش شروع کر دیتا ہے کہ مشتری وقت مقررہ پر پہنچ نہ سکے۔ اور

پھر یہ کوشش بعض موقعوں پر بہت سی بُری حرکات کے ارتکاب کا باعث ہو جاتی ہے اس لئے آنحضرت صلعم نے اس کو بالکل ہی منع قرار دیا +

---

۵ - عن واثلۃ ابن الاسقع قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول من باع عیباً لم یبیّنہ لم یزل فی مقت اللہ اَو لم تزل الملائکۃ تلعنہ (ابن ماجہ) ترجمہ - حضرت واثلہ بن اسقع رضؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول مقبول صلعم کو یہ فرماتے سُنا کہ جو کوئی شخص کسی عیب والی چیز کو بیچتا ہے اور اس عیب کو بیان نہیں کرتا وہ اللہ کی ناراضگی میں رہتا ہے یا یہ فرمایا کہ ملائکہ اسپر ہمیشہ لعنت بھیجتے رہتے ہیں - آنحضرت صلعم نے اس حدیث میں اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جب کوئی چیز فروخت کرنا چاہے تو اُسے چاہیئے کہ اُس کا عیب بتا دے تاکہ مشتری کو عیب دار چیز کے خریدنے میں نقصان نہ ہو - اگر عیب بتلا دیا جاوے تو مشتری متنبہ ہو کر اور عیب کی قیمت کاٹ لیگا اور نقصان سے محفوظ رہیگا اور اگر نہ بتلایا جاوے تو اس کو نقصان اُٹھانا پڑے گا - پس ایسی بیع بھی ہرگز بابرکت نہیں ہو سکتی جسمیں دھوکہ کا دخل ہو +

---

۶ - وعن حکیم ابن حزام رضؓ قال نھانی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان ابیع ما لیس عندی - (ترمذی) حضرت حکیم بن حزام رضؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے مجھے منع فرمایا کہ میں وہ چیز بیچوں جو میرے پاس نہ ہو +

بعض لوگ اس طرح بیع کرتے ہیں کہ مجھے اتنی قیمت دیدو میں تمھیں وہ پرندہ پکڑ دونگا جو اڑ رہا ہے یا مجھے اتنے روپے دیدو میں تمھیں جنگل سے فلاں جانور کی کھال لادونگا یا اس طرح اور چیز کا سودا کرنا جو ابھی پاس موجود نہیں ہے - آپ صلعم نے ایسی خرید و فروخت سے منع فرمایا - کیونکہ اس میں دھوکہ لگ جاتا ہے ممکن ہے کہ جس چیز کی وہ کھال لینے جاوے وہ اسکو جنگل میں ہی مار ڈالے یا جس پرندکو وہ پکڑنا چاہے وہ پکڑا نہ جاوے - یا جس چیز کی بیع کرے وہ اُسے نہ ملے تو اس طرح مشتری کو نقصان ہوتا ہے +

---

۷ - عن ابن عمر رضؓ قال نھی النبی صلعم عن المزابنۃ قال والمزابنۃ ان یباع ما

فی رؤس النخل بتمرٍ مکیل مسمّی ان زادفلی وان نقص فعلیّ - ترجمہ - حضرت عبد اللہ رض بن عمر رض سے مروی ہے کہ آنحضرت ؐ نے منع فرمایا مزابنہ سے اور مزابنہ یہ کہ کھجور کے درخت پر جو پھل ہے اس کو فروخت کیا جاوے خشک کھجور کے بدلے جو تول کر اُسے دیجاوے اور کہا جاوے کہ اگر بڑھ گئی تو میری اور اگر کم ہو گئی تو تب بھی نقصان مجھے ہی ہوگا - یہ ایک سود کی قسم ہے کہ جس میں پتہ نہیں ہوتا کہ تازہ پھل کتنا ہوگا مگر خشک پھل کو تول کر دیتا ہے اسمیں ضرور کچھ کمی زیادتی واقع ہوتی ہے - اور اس طرح پر سود ہو جاتا ہے - کیونکہ تھوڑی چیز کے بدلہ زیادہ دی گئی یا زیادہ چیز کے بدلہ میں کم چیز دی گئی - اس کو سود کہتے ہیں یہ صرف کھجوروں میں نہیں بلکہ ہر ایک چیز میں ہو سکتا ہے مثلاً گیہوں کا ایک کھیت کھڑا ہے ایک شخص یہ کہتا ہے کہ مجھ سے ایک سَو من گیہوں ابھی لیلو اور یہ گیہوں چاہے کتنا نکلے میرا رہا - اگر دو سَو من ہو تب بھی میرا اور اگر پچاس من نکلے تو مجھے ہی نقصان ہوگا - تو گویا ایسی چیز کی بیع کرنی جس کا کچھ پتہ نہیں ہوتا - ممکن ہے کہ بالوں میں دانہ ہی نہ پڑے یا پڑے مگر تھوڑا - تو یہ صورت سود کی ہے کہ اُسے تو بہرحال سَو من غلّہ مل جاتا ہے اور مشتری کو چاہے نقصان ہو چاہے فائدہ ؛

---

۸ - عن ابی سعید الخدری رض قال نھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن بیعتین نھی عن الملامسة والمنابذة - (متفق علیہ) حضرت ابی سعید خدری رض سے مروی ہے کہ آنحضرت ؐ نے منع فرمایا دو بیعوں سے ملامسہ اور منابذہ سے - ملامسہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی کسی کپڑے کو یا کسی دوسری چیز کو رات کے وقت یا دن کے وقت چھوتا ہے اور اُلٹا کر نہیں دیکھتا بلکہ اوپر سے ہی دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اتنی قیمت پر یہ چیز میری ہوگی - آپ نے منع فرمایا کہ ایسی بیع نہ ہونی چاہیئے کیونکہ لوگ عام طور پر اچھی چیز اوپر رکھتے ہیں اور نیچے بالکل ردّی ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ ایسی چیز نہ لیجاوے - جب تک اُسے تمام اطراف سے دیکھ نہ لیا جاوے تاکہ بعد میں نقصان و پریشانی نہ ہو -

منابذہ یہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی اِدھر سے اپنا کپڑا پھینکتا ہے اور ایک اُدھر سے اپنا کپڑا پھینکتا ہے اور بغیر مبیعہ دیکھنے کے بیع ہو جاتی یہ منع ہے کیونکہ اسمیں بھی دھوکہ لگ جاتا ہے؛

۹- عن شہر بن حوشب عن ابی سعید قال نھی النبیؐ عن شراء ما فی بطون الانعام حتی تضع وعن بیع ما فی ضروعھا الا بکیل وعن شراء العبد الآبق وعن شراء المغانم حتی تقسم وشراء الصدقات حتی تقبض - ترجمہ - حضرت شہر بن حوشب سے روایت ہے وہ ابی سعید سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے منع فرمایا ہے اس کے خریدنے سے جو جانوروں کے پیٹوں میں ہے، حتیٰ کہ وہ جن دیں اور جو جانوروں کے پستانوں میں ہے مگر تول کر اور بھاگے ہوئے غلام کو خریدنے سے اور غنیمتوں کے خریدنے سے حتیٰ کہ تقسیم ہو جاویں اور صدقات کے خریدنے سے حتیٰ کہ ان پر قبضہ ہو جاوے۔ (احمد ابن ماجہ) یہ تمام بیوع ایسی ہیں جن میں دھوکہ لگ سکتا ہے اس واسطے حضورؐ نے منع فرمایا ہے ؛

۱۰- عن جابرؓ انہ سمع النبیؐ یقول ان اللہ حرم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام قیل یا رسول اللہ ارئیت شحوم المیتۃ فانہ یطلی بھا السفن و تدھن بھا الجلود ویستصبح بھا الناس قال لا ھو حرام ثم قال عند ذٰلک قاتل اللہ الیھود ان اللہ لما حرم شحومھا جملوھا ثم باعوھا واکلوا ثمنھا (ترجمہ - حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرتؐ کو یہ فرماتے سُنا کہ اللہ تعالیٰ نے - شراب - اور مردہ - اور خنزیر اور بتوں کو بیچنے سے منع فرمایا آپؐ سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہؐ مردار کی چربی کے متعلق حضور کا کیا خیال ہے اس سے کشتیوں کو طلا کیا جاتا ہے اور چمڑوں کو اس کا تیل لگایا جاتا ہے اور لوگ اسکے ذریعہ چراغ جلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں وہ حرام ہی ہیں پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ کرے جب اللہ نے مُردوں کی چربیوں کو حرام کیا تو ان کمبختوں نے اسے خوبصورت بنایا اور بیچکر اس کی قیمت کھائی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردار کی چربی کو استعمال کرنا سخت ممنوع ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر ایک چیز جو حرام قرار دیگئی ہے اُس سے فائدہ اُٹھانا جائز نہیں یہ دس قسم کی خرید و فروخت بیان کی گئی ہے جو ممنوع ہے اس میں ہر ایک قسم کی خرید و فروخت آسکتی ہے اور اسپر قیاس کیا جا سکتا ہے اور اندازہ لگ سکتا ہے کہ

کیا منع ہے اور کیا جائز ہے۔ غرض ہر ایک قسم کے دھوکہ والی بیع کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اور ہر ایک سود والی بیع کو ناجائز بتلایا گیا ہے اور یہ تجارت میں کامیابی کے اصول ہیں کیونکہ جب کبھی کسی کو نقصان ہوتا ہے وہ یا تو تجارت میں دھوکہ لگ جانے کی وجہ سے ہوتا ہے اور یا سود کی وجہ سے۔ اور جب ان دونو باتوں کو دور کر دیا گیا تو پھر نقصان کی گنجائیش نہیں رہتی۔ ماسوا اتفاقی حادثات کے جو دنیا کی ہر چیز پر اثر انداز ہیں۔ پس اسلام کے اصول کو مدِّ نظر رکھ کر اگر تجارت کی جاوے تو فائدہ ہی فائدہ کی امید ہے نقصان کا خطرہ تک نہیں ہوگا ٭

مسیح ناصریؑ کی قبر کشمیر میں

۲

منجملہ ان شہادات کے جو اوپر بیان ہو چکی ہیں تواریخ کشمیر ہیں۔

تواریخ کشمیر سب کی سب قلمی غیر مطبوعہ ہیں اور سری نگر میں بعض مُلّاؤں کے گھروں میں ہیں۔ اور وہ فارسی زبان میں ہیں۔ چند سال ہوئے ایک شخص نے اُن قلمی تواریخ کے خلاصہ جات کو جمع کر کے ایک کتاب تالیف کی جو مطبوعہ "تاریخ کبیر کشمیر" کے نام سے سری نگر کے کتب فروشوں سے مل سکتی ہے۔ مؤلف نے جو جگہ اپنے خیالات کے خلاف دیکھی وہاں ایک تُس دیدی عبارت لکھدی ہے۔ چونکہ اس کتاب کا مصنف اسی زمانہ میں ہُوا ہے۔ اور اتفاقاً احمدی سِلسِلہ کا مخالف بھی تھا اس لئے ضروری تھا کہ جو بات ہماری تائید میں ہوتی اسکی مخالفت کرتا۔ کتاب کے صفحہ ۱۱۸ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا ذکر ہے۔* اس جگہ مؤلف نے کئی تواریخ سے ۵-۶ روایات نقل کی ہیں جن کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:-

"آن پیغمبرے مدفون است" "بنابراں آں مقام بمقام پیغمبر شہرت وارد" یعنی وہ ایک پیغمبر مدفون ہے یہی وجہ ہے کہ یہ جگہ پیغمبر کے نام سے مشہور ہے۔ "خواجہ اعظم نویسد کہ در زمان سابق یکے از سلاطین زادہ پادر پارسائی و تقویٰ بدرجۂ قصویٰ رسید و برسالت ایں خطہ مبعوث شد و بدعوت خلائق اشتغال نمود۔ نامش یوز آصف بود بعد رحلت در محلۂ آں زمرہ قریب خان یار آسود" یعنی خواجہ اعظم مورخ لکھتا ہے کہ پچھلے زمانہ بادشاہوں کی اولاد سے ایک شخص بڑا پارسا متقی تھا وہ اس خطۂ کشمیر کے لئے رسول مبعوث ہُوا۔ اور مخلوق خدا کو دعوت حق کرنا اسکا شغل تھا بعد رحلت اس گروہ کے محلہ میں مدفون ہوا جو خان یار کے قریب ہے۔ "یوز اسپ کہ از احفاد حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا و علیہ السلام بود" یعنی یوز آصف حضرت علیہ السلام کی اولاد سے تھا۔ "و در کتاب سوانح عمری کی زبان

* جو کشمیر کے اس علاقہ میں واقع [illegible] ایک پہاڑی ہے اسی کتاب کے صفحہ ۴۴۳ پر حضرت عیسیٰ کی قبر کا ذکر ہے۔

عربی است۔ مرقوم است کہ یوز آصف مذکور راجہ زادہ بود۔ ساکن مقام شولاپت۔ واز وطن خود سیر کناں در کشمیر رسیدہ وبعد توقف در آں جا انتقال نمود" یعنی اور ایک کتاب میں جو عربی میں ہے لکھا ہوا ہے کہ یوز آصف شہزادہ تھا جو مقام شولاپت کا رہنے والا تھا وہ اپنے وطن سے سیاحت کیلئے کشمیر میں آیا اور کچھ مدت یہاں ہی ٹھیرا اور یہاں ہی انتقال ہوا۔ اور خانیار محلہ میں مدفون ہوا۔

اسکے بعد اور بھی روایات لکھی ہیں۔ چونکہ بعض قلمی تواریخ کشمیر میں صاف طور پر لکھا ہے کہ یہ قبر حضرت عیسےٰ نبی اللہ کی ہے۔ اور بعض میں یہ بھی لکھا ہے کہ یوز آصف سریانی میں حضرت عیسیٰؑ کو کہتے ہیں۔ اس بات کی تردید میں اس کتاب میں لکھا ہے:۔ "باید دانست کہ ہرگاہ کسے از روئے قطع ویقین میگوید کہ در مقبرۂ مذکورہ پیغمبرے از پیغمبران یا بعینہٖ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا علیہ السلام مدفون است بگمان اینکہ ترجمۂ عیسیٰ بزبان سریانی یوز آصف است محض کذب وافترا وبہتان صریح است" یعنی جاننا چاہیئے کہ جب کبھی کوئی قطعی اور یقینی طور پر یہ کہے کہ اس قبر میں ایک پیغمبر یا ٹھیک حضرت عیسیٰ روح اللہ مدفون ہے اور خیال کرتا ہے کہ لفظ عیسیٰ کا ترجمہ سریانی زبان میں یوز آصف ہے یہ خیال محض جھوٹ ہے۔ مؤلف کا یہ تردیدی قول کئی وجہ سے قابل اعتبار نہیں ہے۔ (۱) اوّل یہ کہ یہ شخص اس کتاب کے زمانہ تالیف سے پہلے قادیان میں آیا اور سر دو تین یا برابر چھ ماہ قادیان میں رہا اس عرصہ میں احمدیہ اقوال و استدلالات سے خوب اچھی طرح واقف ہو کر واپس سری نگر گیا اور چونکہ یہ شخص پیر اور مُلّاں تھا۔ اور اس گروہ کا کام بھی یقینی طور پر حق کی مخالفت کرنا ہے اور خاص کر حضرت اقدس مرزا غلام احمد علیہ السلام کی مخالفت تو آجکل کے مُلّاؤں کا کام ہی ہے پس جب اُس نے دیکھا کہ حضرت اقدس علیہ السلام تواریخ کشمیر کو اس مسئلہ میں پیش کرتے ہیں تو اس نے اپنی کتاب میں تواریخ کے اس قول کی تردید کردی۔ اور یہ کتاب ۱۳۲۱ھ ہجری کی چھپی ہوئی ہے پس اس کتاب کے شائع ہونے سے پہلے حضرت اقدس علیہ السلام کی ہر دو کتابیں جنمیں "مسیح کی قبر کشمیر میں ثابت کیگئی ہے" یعنی "رازِ حقیقت" اور "مسیح ہندوستان میں" شائع ہو چکی تھیں۔ اور جماعت احمدیہ میں عیسیٰ کی قبر کے متعلق جابجا باتیں ہوا کرتی تھیں۔ اور یہ شخص قادیان میں چھ ماہ متواتر رہکر اچھی طرح ان باتوں سے واقف ہو چکا تھا۔ اور مخالفت کی زہر ساتھ لیکر واپس کشمیر کو آتے ہوئے اس نے یہی کام کیا۔ (۲) دوئم یہ کہ اس نے تردید کرتے ہوئے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا صرف اپنا خیال لکھدیا ہے جو قابل سماعت نہیں (۳) سوم یہ کہ جب کشمیر کی تمام تواریخ اس امر پر متفق ہیں کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کی قبر ہے اور یہ کہ یوز آصف حضرت عیسیٰ کا ہی نام ہے تو پھر کیونکر اس شخص کی بات مانی جائے۔

میں تواریخ کشمیر سے اصل حوالجات نقل کرتا مگر دقت یہ درپیش ہے کہ وہ حوالے نقل کرنا مفید نہیں ہیں کیونکہ وہ سب کتابیں قلمی ہیں اور یہ کہ متعصب مُلّاؤں کے پاس ہیں طالب کو انکا حاصل کرنا مشکل ہے

اور یہ ایک ہی کتاب مطبوعہ ہے جو کتب فروشوں سے مل سکتی ہے اسی کے حوالہ پر میں نے اکتفا کیا۔ اور اسکے تردیدی نوٹ کا رد کر دیا ہے۔ اب مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں۔ "یہ قبر ایک پیغمبر کی ہے" "یہ قبر یوز آصف کی ہے" "یوز آسف حضرت عیسیٰؑ کا نام ہے" "یہ قبر حضرت عیسیٰ نبی اللہ کی ہے" "یوز آصف حضرت موسیٰؑ کی اولاد سے تھا" "یوز آصف شہزادہ تھا" "یہ قبر ایک شخص کی ہے جو بادشاہوں کی اولاد سے تھا" "اس خطۂ کشمیر کے لئے رسول ہو کر مبعوث ہوا تھا" "لوگوں کو حق کی دعوت دیتا رہا"

اور مندرجہ ذیل امور پر بھی غور کرو۔ حضرت عیسیٰؑ رسول تھے۔ موسیٰؑ کی قومی اولاد سے تھے داؤدؑ اور سلیمانؑ جو بادشاہ تھے حضرت عیسیٰؑ انکی اولاد سے تھے۔ اقوام کشمیر بنی اسرائیل ہیں جیسا کہ میں پہلے ثابت کر آیا ہوں حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں کہ میری اور بھی بھیڑیں ہیں جنکی نگاہ بانی میرا کام ہے۔ تاریخ ہند اس بات سے خاموش ہے کہ یہاں کوئی شخص ایسا بھی پیدا ہوا ہو جس کو لوگ نبی رسول پیغمبر کہتے ہوں۔ تو پھر یقیناً ماننا پڑتا ہے کہ جو شخص اس قبر سری نگر میں مدفون ہے وہ یہاں کا نہیں بلکہ کسی غیر ملک سے آیا تھا اور ہندو قوم تو اپنے اوتاروں کو نبی رسول پیغمبر نام نہیں رکھتی۔ تو پھر یہ پیغمبر کی قبر کہاں سے آگئی۔ پس ماننا پڑیگا کہ پیغمبر کسی دوسرے ملک سے آیا تھا۔

"یوز آصف" کا وجہ تسمیہ:۔ "یوز" کی "ز" حرف "س" سے تبدیل شدہ ہے۔ اور "س" کے آگے "و" حذف ہو چکی ہے۔ پس اصل میں "یوسو" تھا جو سریانی میں عیسیٰؑ کو کہتے ہیں۔ اور آجکل "یسوع" کہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ "عیسیٰ" کا اصل نام عبرانی زبان میں "یوسع" ہو کیونکہ عبرانی میں اُسوقت یہ نام عام مروج تھا۔ اور بائیبل میں ایسے نام آج بھی ہم کو نظر پڑتے ہیں۔ پس "یوسع" کا "یوز" بنجانا آسان ہے۔ اور "یوز" سے "یوسا" بنا ہے۔ اور "صف" یا "آصف" یا "سف" اور "آسف" مخفف ہے "یوسف" کا۔ پس سارا نام "یوز آسف" مخفف ہے "یوسو یوسف" کا جسکا مطلب یہ ہے کہ "یسوع بن یوسف"۔ چونکہ یوسف اس شخص کا نام تھا جسکے ساتھ حضرت مریم صدیقہؑ کا نکاح ہوا تھا اور حضرت عیسیٰؑ یوسف کے ربیب تھے اسلئے حضرت عیسیٰؑ کو یوسف کا بیٹا ہی کہتے تھے چنانچہ انجیل بھی اس بات کی شہادت دیتی ہے اور یہ جو بعض تواریخ میں آیا ہے کہ "یوز آصف" "شولابت" سے آیا تھا۔ اور عربی تحریروں میں اصل لفظ "شولابت" آیا ہے یعنی اصل میں "ب" کے ساتھ ہے۔ اور فارسی تحریروں میں حرف "پ" کے ساتھ آیا ہے یہ دراصل "صلیب" کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ اور کشمیری ملاں آج بھی "صلیب" کو "شولیب" کہتے ہیں۔ باوجود اسکے کہ انکو تنبیہ کیگئی پھر بھی "صلیب" انکے منہ سے نہیں نکلتی ۔ اب میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اور ناظرین کرام کیخدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اس قدر تواریخ کا اس بات پر اتفاق کرنا قابل غور امر ہے۔

پس یاد رکھو کہ اقوام کشمیر میں بنی اسرائیل کا عنصر یقیناً ہے۔ اور حضرت عیسیٰؑ انکی ہدایت کیلئے ضرور کشمیر میں آئے اور وہ آج

۴ اور یہاں ہی وفات پائی ہے۔ اور یہ یقینی بات ہے۔ کہ جو قبر محلّہ خان یار شہر سری نگر ملک کشمیر میں ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ نبی اللہ علیہ السلام کی ہے۔ ونعم ما قال عیسی الثانی نبی اللہ علیہ السلام القادیانی۔
و قدمات عیسیٰ مطرقاً و نبیّنا۔ حیٌّ و ربّی انّہٗ وافانی ۔

اسلامی قادر مطلق خدا اور آریہ سرو شکتیمان

:- (سلسلہ کیلئے دیکھو ستمبر ۱۹۲۵ء) :-

پانچواں اعتراض خدا روح کا مالک ہے کیونکہ اس نے اس کے لئے سامان ترقی پیدا کئے ہیں۔

جواب مہاراج سامان ترقی کا تو وہ مالک ہو سکتا ہے بشرطیکہ اس نے انکو پیدا کیا ہو لیکن روح کا وہ مالک نہیں۔ کسی کے لئے راحت کا سامان پیدا کرنا پرمیشور کو مالک نہیں بنا دیتا۔ اور روح تو غیر محتاج ہے صرف ایشور نے اپنا کام چلانے کے لئے اسکو قابو میں کر رکھا ہے اور سچ یہ ہے کہ یہ قبضہ ایک ظلم ہے۔ جو قدیم روح کبھی گوارا نہیں کر سکتی اور اگر اسے بولنے کی اجازت دی جائے تو وہ یہی کہے گی کہ ہے پرمیشور مہاراج آپ اپنے سامان راحت کو اپنے پاس رکھیں اور مجھے خواہ مخواہ یونی چکر میں ڈالکر خراب نہ کریں *

چھٹا اعتراض مولوی صاحب روحیں تو کہہ ہی نہیں سکتیں کیونکہ بولنے کے لئے بھی زبان کی ضرورت ہے۔ اور اس ضرورت کو چونکہ خدا پورا کریگا اسلئے خدا روح کا مالک ہے۔

جواب مہاشہ جی یہ بھی زبردستی ہے خدا کو سنانے کے لئے مادی زبان کی ضرورت نہیں بلکہ جس طرح مکتی میں جیو بلا وجود کے سب کچھ کر لیتا ہے ویسے ہی اب اگر روح بول لے تو کونسی مشکل ہے۔ اور زبان کی ضرورت کی بھی ایک ہی کہی بھلا جس پرمیشور نے اپنا کارخانہ چلانے کے لئے جیو کو قالب وجود کے جیل میں ڈالا ہے اس نے اگر بولنے کو زبان دے رکھی ہے تو یہ کونسا بڑا احسان ہے۔ کیا اگر ہم کسی شخص کو اٹھا کر گھر میں بند کر دیں اور وہ حبس بیجا کی شکایت کرے تو ہم اسے یہی جواب نہ دینگے کہ تمھیں مکان کی ضرورت بھی وہ ہم نے پوری کی اس لئے اب تیرے ہم مالک ہیں *

ساتواں اعتراض یہ جو مولوی صاحب نے کہا ہے کہ "روحیں پرمیشور سے کہدینگی کہ ہم نے آپکی وید و دیا بھی پڑھکر دیکھ لی اس میں بھی پہاڑ کھود کر چوہا ہی نکلا"۔ شاید مولوی صاحب کو معلوم نہیں کہ وہ چوہا کونسا ہے مولوی صاحب یہ چوہا پلیگ کا چوہا ہے۔ جو فنا کر دیگا۔

جواب مہاشہ جی ویدیں سے سوائے پلیگ کے چوہوں کے اور نکلنا ہی کیا ہے۔

ہم تو پہلے سے ہی جانتے ہیں کہ وید بھگوان میں سے اب سوائے تخم فنا کے اور کچھ نہیں نکل سکتا۔ کیونکہ زندگی کی روح جو خدا کے کلام میں ہونی چاہیئے وہ اب وید میں نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ خدا کے الہام کے دروازوں کو پیروان وید نے بند سمجھا ہوا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جبتک آسمانی پانی کا نزول نہ ہو تو دنیا کے تمام پانی خواہ کوئیں ہوں یا ندی نالے یا دریا آخر خشک ہو جاتے ہیں اور پانی مکدر ہو جاتا ہے اور بے شمار ھلاکت کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ بالکل یہی حال وید کا ہے بلا شبہ اس میں سے پلیگ کے چوہے ہی نکلیں گے جو فنا کر دینگے مگر کسے؟ اس کا صحیح جواب تو یہی ہے کہ اُنہیں ہی فنا کرینگے جن کے گھروں میں ان چوہوں کی کان ہے۔ ہاں یہ بھی سچ ہے کہ اگر یہ طاعونی کیڑے بذریعہ چوہوں کے دوسرے لوگوں کے گھروں میں بھی پہنچے تو انکو بھی نقصان پہنچائینگے بشرطیکہ وہاں اس کا تریاق موجود نہ ہو سو خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں کے پاس وہ نورانی کتاب ہے جس میں پلیگ کا علاج ہی نہیں بلکہ اسکے اندفاع کا پورا پورا انتظام ہے پس مہاشہ جی اس پلیگ کے چوہے سے ہمیں نہ ڈرائیں بلکہ اپنا فکر کریں کیونکہ یہ انہیں کے گھر سے نکلا ہے۔ بہتر ہو کہ مہاشہ جی اس گھر کو ہی چھوڑ دیں ؎

آٹھواں اعتراض اگر نجات میں بھی ترقی مدارج ہوتی ہے۔ تو اسلام نے نجات کو سمجھا ہی نہیں کیونکہ اس صورت میں کبھی پورن انند حاصل ہی نہیں ہو سکتا اور جب پورن انند نہ ہوا تو نجات کیا ہوئی۔

جواب مَیں اس اعتراض کو سمجھنے سے قاصر ہوں کیونکہ اگر تمام دُکھوں سے نجات اور ہر قسم کے سُکھوں کا حصول اور ہر شئے جو انسان چاہے اس کا ملجانا اور مزید براں یہ کہ اس کی محدود چاہ سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کا بے حد فضل اور سب سے بڑھ کر وصال آلٰہی مکتی نہیں ہے یا پورن انند (کامل راحت) نہیں ہے تو پھر یقیناً پورن انند کچھ ہے ہی نہیں اور یقیناً آریہ سماج مُکتی سے بے خبر ہے۔ ترقی مدارج نہ ہو تو اسکو یہ معنی ہونگے کہ لامحدود ذات کی معرفت میں ترقی نہیں ہو سکتی بلکہ محدود جیو اس لامحدود ذات کو کامل طور پر احاطہ کر لیتا ہے جو صریحاً باطل ہے۔ مہاشہ جی پورن انند کا موجب معرفت آلٰہی ہے جب یہ حاصل ہو جاتی ہے تو ہر دُکھ سے

نجات ہو جاتی ہے اور قلب مطمئن ہو جاتا ہے اور بے حد خوشی اور راحت ایسے قلوب میں جلوہ گر ہوتی ہے لیکن جوں جوں معرفت میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ انند بھی بڑھتا جاتا ہے اور اگر وہ نہ بڑھے تو اس کی ترقی بند ہوگئی جو موجب دُکھ ہے۔ اسی واسطے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے دو دن برابر ہوں وہ گھاٹے میں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ نجات کی کیفیت کو انسان اس عالم میں اچھی طرح سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ محدود دماغ میں لامحدود ترقی کا خیال آ نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ سوامی دیانند صاحب کو ہمیشہ کی مُکتی میں بھیڑ ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہوا اور یہ خیال آیا کہ اگر ہمیشہ ہی سُکھ رہا تو پھر تو سُکھ کا مزا بھی جاتا رہے گا کیونکہ بغیر دُکھ کے سُکھ تو کچھ بھی نہیں اس لئے اس مہارشی نے نجات کے دائمی ہونے سے ہی انکار کر دیا۔ یہ ہے پورن انند کی حقیقت جسے آریہ سماج کے مہارشی صاحب نے بیان کیا ہے۔

نواں اعتراض مولوی صاحب نے پرکرتی کو محدود کہا ہے لیکن پرکرتی میں زمان و مکان بھی شامل ہیں جو لامحدود ہیں لہٰذا پرکرتی لامحدود ہوئی۔ اگر پرکرتی محدود ہے تو بتاؤ اس کی حد کیا ہے۔ حد تین قسم کی ہوتی ہے زمانی مکانی اور علمی۔

جواب پرکرتی کے محدود ہوتے میں تو کلام ہی کیا ہے کیونکہ اس کے الگ الگ ٹکڑے دکھائی دیتے ہیں اگر نہیں دکھائی دیتے تو لو ہم سے سُن لو:۔

پرکرتی کے ٹکڑے اگنی۔ جل۔ وایو۔ پرتھوی یہ چار ٹکڑے ہوئے۔ آگ کی حد پانی کی حد مٹی اور مٹی کی حد ہوا۔ پس چاروں ہی محدود ہوئے۔ اگر کوئی مہاشہ یہ کہے کہ یہ چاروں ہی ہر جگہ موجود ہیں تو یہ غلط ہے کیونکہ پھر تو یہ معنی ہونگے کہ جہاں ہوا ہے وہیں آگ ہے وہیں پانی اور وہیں مٹی گویا ہر ذرہ مرکّب ہے ان چار چیزوں سے یا یہ کہ ہر ذرہ میں یہ چار گن ہیں مگر یہ خود آریہ سماج کے مسلّمات کے خلاف ہے کیونکہ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ ذرات چار قسم کے ہیں۔ اور ہر ایک قسم اپنی ماہیت کے لحاظ سے الگ ہے۔ پس چاروں قسم کے ذرات محدود ہوئے۔

زمان و مکان اب رہا زمان و مکان سو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وہ کوئی وستو ہستی

ہے زیادہ سے زیادہ وہ اشیاء کی صفات میں داخل ہو سکتی ہیں جیسے کسی کتاب کے متعلق ہم کہیں کہ یا اتنی لمبی چوڑی اور اتنی موٹی ہے۔ اور اتنی پرانی ہے۔ اب لمبائی چوڑائی موٹائی اور اس کی عمر محض کتاب کی صفات ہیں جو اس سے الگ کچھ بھی نہیں ہیں اگر کوئی احمق یہ کہنے لگے کہ لو صاحب ایک تو ہوئی کتاب دوسری ہوئی اس کی لمبائی تیسری ہوئی اس کی چوڑائی چوتھی ہوئی اس کی مٹائی اور پانچویں ہوئی اس کی عمر یہ کل چھ چیزیں ہوئیں تو ہم کہیں گے کہ مہاراج کتاب نہ ہو تو باقی پانچوں تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ ذرا بتاؤ تو موٹائی کو کتاب سے الگ کر کے بھی دکھا سکتے ہو یا نہیں۔ اگر نہیں تو سمجھ لو کہ یہ صرف کتاب کی ایک صفت ہے دبس الگ کچھ نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح زمانہ و مکان کی حقیقت ہے۔

زمانہ و مکان بھی محدود ہے۔ اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ زمانہ و مکان کوئی مستقل جوہر ہیں تو بھی یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ وہ لامحدود ہیں۔ بلکہ یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ ماسوا اللہ سب کچھ محدود ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے کہ

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْط

چونکہ قرآن ایک آریہ کے لئے کوئی پرمان نہیں اس لئے ہم قرآن مجید کے اس دعوے کو دلیل سے ثابت کر دیتے ہیں۔ سنو! ویشیشک درشن کے ترجمہ میں سوامی درشنانند آریہ نے تسلیم کر لیا ہے کہ پرمانوں (ذرہ) میں آکاش نہیں ہے اور یہی مسلمہ تمام فلاسفروں کا ہے اور اگر کوئی مہاشہ کہیں کہ ذرہ میں بھی آکاش ہے تو پھر وہ ذرہ کی قدامت کے ساتھ دھو لیں کیونکہ اس کے اندر آکاش ہونے سے وہ قابل تقسیم ہو جائیگا۔ پس جب پرمانوں کے اندر آکاش نہیں ہے تو جس قدر بھی پرکرتی ہے اس میں آکاش نہیں ہے اور جہاں آکاش نہیں وہاں زمانہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو شئے کہیں ہو اور کہیں نہ ہو وہ محدود ہوتی ہے لہذا مکان و زمان دونو محدود ہیں۔

حد کی قسمیں آریہ مہاشہ نے تین قسم کی حدیں بیان کی ہیں حد زمانی و مکانی و علمی لیکن ایک اور حد بھی ہے جسے اشیاء کی عد کہتے ہیں اور سوامی دیانند کی

تحریروں میں دیش کال اور وستو تین قسم کی حدود مانی گئی ہیں دیکھو اپدیش منجری صہ۱۵ وصہ۹۶ اور دیشیشک و بدرشن اور سانکھ میں بھی یہی تین قسمیں حد کی مانی گئی ہیں مگر یہ درست ہے کہ حد کی ایک قسم علمی بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہم چار قسم کی حد مان لیتے ہیں۔ یعنی (۱) حد زمانی۔ (۲) حد مکانی۔ (۳) حد اشیائی اور (۴) حد علمی۔ اب زمانہ اور مکان اگرچہ مخلوق اشیا کی حد ہو لیکن یہ دونو خود حد قسم سوم اور چہارم سے محدود ہیں۔ دستو کی حد سے تو اس طرح کہ خدا کا وجود مکان و زمان سے باہر ہے گویا اس کا وجود کال اور دیش کو بھی احاطہ کیئے ہوئے ہے۔ اور جس ذات کا وجود تمام اشیا وپر حاوی ہے اسکا علم بھی ضرور تمام اشیاء کو احاطہ کیئے ہوئے ہے لہٰذا مکان و زمان بھی محدود ہے ؂

پرکرتی کے محدود ہونے پر سوامی دیانند کی شہادت

"وہ پرمیشور سب پر جاؤں (مخلوق) میں ویاپک (محیط) ہو کر سب کو دھارن کر رہا ہے۔ اگر وہ عیسائی مسلمان پرانیوں کے قول کے مطابق محیط کل نہ ہوتا تو اس تمام دنیا کا دھارن کبھی نہ کر سکتا کیونکہ محیط ہونے کے بغیر کسی کو کوئی دھارن نہیں کر سکتا اگر کوئی کہے کہ یہ سب لوک (کرے) باہم کشش سے قائم ہونگے پھر پرمیشور کے دھارن کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تو انکو یہ جواب دینا چاہیئے کہ یہ سب دنیا لامحدود ہے یا محدود؟ اگر لامحدود کہیں تو جسیم شئے لامحدود کبھی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر محدود کہیں تو انکے پرے حصہ کی طرف یعنی جسکے پرے کوئی بھی دوسرا لوک نہیں ہے وہاں کس کی کشش سے قائم ہوگی۔ ×××××× سب دنیا کو دھارن اور آکرشن (کشش) کا کرنے والا پرمیشور کے سوائے دوسرا کوئی بھی نہیں ہے۔" (ستیارتھ پرکاش سملاس آٹھواں صہ۳۰)

اس حوالہ سے ظاہر ہے صرف خدا ہی محیط کل ہے اور وہی سب کا سہارا ہے۔ آکاش خود خدا کے سہارے ہے کیونکہ اس میں بھی خدا ویاپک ہے۔ پس پرکرتی کال آکاش سب محدود ہیں ؂

دسواں اعتراض یہ کہنا کہ آرین ایشور میں رحمانیت یا رحم نہیں ہے یہ محض غلط ہے دیکھو جب انسان ایک دانہ کھیت میں ڈالتا ہے تو ایشور سٹر دانے

پیدا کر دیتا ہے جو سراسر رحم ہے۔

اعتراض پر اعتراض ہم نے یہ اعتراض کیا تھا کہ خدا تعالیٰ کو قادر مطلق ماننے کے بغیر خدا تعالیٰ کو رحمٰن و رحیم ثابت کرنا محال ہے اس پر یہ جواب دیا گیا ہے کہ ایک دانہ سے ستر دانے پیدا کرنا اس کا رحم ہے مگر یہ نہیں سوچا کہ ستر دانے جو پیدا ہوتے ہیں وہ ستر قیدی ہیں اور رحم کی بجائے ظلم صریح ہے۔

رحم نہیں ظلم ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب ہم دانہ کھیت میں ڈالتے ہیں تو ایک سے ستر ہو جاتے ہیں۔ پہلا دانہ تو ایک بدکار روح تھی جو ایک دانہ گندم یا مکّی کی صورت میں مقید تھی ہم نے اسے کھیت میں ڈالا تو اب وہ ستر گن ہو گئے جسکے یہ معنی ہیں کہ اب ستر بدکار روحوں کو قید میں ڈالدیا گیا۔ اور اگر ہم اس عمل کو جاری رکھیں تو قیدیوں کی تعداد ہمارے شمار سے باہر ہو جاتی ہے۔ اب یہ رحم ہے یا ظلم۔ اگر انصاف کی بات کہیں تو جواب یہی ہے کہ ایک انسان کی حاجت کو پورا کرنے کے لئے بے شمار روحوں کو قید میں ڈالنا صریح ظلم ہے جس کی اصل وجہ محض یہ ہے کہ آریہ پرمیشور میں رحمانیت کی صفت نہیں ہے اگر وہ رحمٰن ہوتا تو بندوں کی تمام حاجات کو خود پورا کرتا نہ یہ کہ ادھر ایک شخص نے گاٹے مانگی ادھر اس نے کسی انسانی روح کو گاٹے کے وجود میں ڈال کر قید کر دیا۔ اس رحم کی مثال تو ایسی ہی ہے جیسے ایک ڈاکو سے کوئی روپیہ پیسہ مانگے تو وہ ڈاکو کسی دوسرے کا مال وغیرہ لوٹ کر مانگنے والے کو دیدے۔ اور وہ احمق اس ڈاکو کو کہے کہ آپ تو بڑے ہی رحیم ہیں ؛

آریہ پرمیشور کی مہربانیاں اگر غور سے دیکھا جاوے تو آریہ سماج کے غلط عقائد نے خدائے قدوس کو بھی ہر قسم کے الزاموں کا مورد بنا رکھا ہے چونکہ اس کو یہ قدرت ہی نہیں کہ کچھ پیدا کر سکے اس لئے لینے دینے میں تو اس کا معاملہ زیادہ سے زیادہ اس (بیت کر) کی طرح ہے جسکے پاس لوگوں کا ڈیپازٹ ہے اور جب کوئی اس سے کچھ مانگتا ہے تو کسی بیگانہ مال میں سے کچھ دیدیتا ہے اور جب اپنے کسی سچے بھگت کو انعام دینا ہوتا ہے تو اس کی خاطر بے شمار دوسری روحوں کو جیلخانہ میں ڈالدیتا ہے۔ اس رحم

سے خدا کی پناہ ؎

شیر آرین ایشور کے بہت سے رحموں میں سے ایک شیر کا وجود بھی رحم مجسم ہے۔ یوں تو آریہ مسلمانوں پر گوشت خوری کی وجہ سے بے رحمی اور ظلم کا الزام لگاتے ہی رہتے ہیں۔ اور ایک قصاب تو ان کی نظر میں ظلم کا مجسمہ یا ظلم مجسم ہے۔ مگر ان کا یہ اعتراض خود ان کے پرمیشور پر ہی پڑتا ہے کیونکہ شیر کا خالق وہی ہے اور شیر قصاب کا بھی قصاب ہے اور اگر یہ کہا جاوے کہ اپنے اعمال کی وجہ سے اسے شیر بنایا گیا ہے تو بھی پرمیشور اعتراض سے نہیں بچ سکتا۔ کیونکہ اگر ایک شخص اس جنم میں قصاب ہے اور اس وجہ سے اسے شیر بنا دیا اور وہ اب پہلے سے بھی زیادہ مظالم کرنے لگا تو اس میں اس کا کیا قصور ہے اس کی ذمہ واری تو پرمیشور پر پڑتی ہے جس نے اسے شیر بنایا کیا وہ اس کو کسی ایسی طرح سزا نہ دے سکتا تھا کہ وہ دوسروں پر ظلم کر ہی نہ سکتا ؎

خلاصہ بحث یہ ہے کہ اگر وہ خدا خالق نہیں تو وہ مالک بھی نہیں اور اگر اس کی مالکیت انسانوں کی طرح ہی ہے تو ہماری مِلک تو پڑی رہ جاتی ہے اور ہم چل دیتے ہیں۔ کبھی چور لے جاتے ہیں۔ اور نہ ہی خدا رحیم ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ رحم کے لئے کچھ پلّے چاہیئے! ایشور مہاراج کے پاس تو کچھ ہے ہی نہیں اگر کسی کو کچھ دیتا بھی ہے تو زید کی پگڑی بکر کے سر اور بکر کی پگڑی عمر کے سر وقِس علیٰ ھٰذا۔ پھر جب وہ قدیم روحوں کو قدیم پرکرتی سے ملاتا ہے اس میں بھی روح پر ظلم ہوتا ہے کیونکہ باوجود طبعاً پاک ہونے کے اب اعمال بد کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جس کی وجہ سوائے اس کو مادہ سے ملانے کے اور کچھ بھی نہیں اور اگر کسی روح کو شیر کا وجود دیدیا تو الامان اب تو ظلم کی حد ہی کوئی نہیں رہتی ؎

برخلاف اس کے اسلامی تعلیم کی رو سے خدا تعالیٰ ذرہ ذرہ کا خالق ہے۔ اور تمام روحیں اس کی مخلوق اور تمام سامان زندگی اس کی رحمانیت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے لہٰذا وہ سب کا مالک ہے۔ ایک آریہ کے نزدیک خدا تعالیٰ کسی شئے کا بھی مالک نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ خالق نہیں ہے اور اپنی بے کسی کو چھپانے

کے لئے جھٹ اسلام پر اعتراض کر دیتے ہیں کہ ثابت کرو کہ خدا عدم سے وجود کر سکتا ہے یا یہ کہ وہ کچھ پیدا کر سکتا ہے کاش آریہ صاحبان اپنے وجود پر ہی قیاس کرتے تو وہ اس راز کو کسی حد تک سمجھ لیتے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون۔

اگرچہ وید کا اصل مذہب بھی یہی ہے کہ خدا آگ کا بھی خالق ہے لیکن آریہ اسکے بھی منکر ہیں اس لئے ہم انہیں اس کی پیدائش کو سمجھنے کی طرف توجہ دلاتے ہیں تاکہ دوسرے تمام عناصر کی پیدائش کو اسپر قیاس کر لیا جائے ؀

آگ کی پیدائش

وید کے مذہب کی رو سے آگ جو عناصر میں سے ایک بہت بڑا اور زبردست عنصر مانا جاتا ہے اس کی پیدائش محض حرکت سے ہوتی ہے اور حرکت کے مخلوق ہونے کو ویدنے اور شاستروں نے تسلیم کر لیا ہوا ہے۔ اور آریہ سماج بھی تسلیم کرتی ہے کہ حرکت مخلوق ہے اور اگر کوئی اور اس کا انکار کرے تو اس کو حرکت پیدا کر کے دکھائی جا سکتی ہے اور سائینس دان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ قوت حرکت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ پس اگر آگ حرکت سے پیدا ہو جاوے یا حرکت آگ بن جاوے تو تسلیم کرنا ہو گا کہ آگ مخلوق ہے۔

اب ایک لوہے کے ٹکڑے کو لو اور اس کو ایک ہتھوڑے سے خوب ضرب لگاؤ تو دیکھو یہ لوہے کا ٹکڑا بالکل سُرخ ہو گیا ہے اور اگر پیٹو گے تو یہ سفید ہو جائے گا۔ اور اس سے شعلے نکلتے دکھائی دینگے۔ بتاؤ یہ آگ کہاں سے آئی۔ جاؤ کسی ماہر سائینس سے پوچھو وہ تمھیں یہی کہے گا کہ تمھاری حرکت آگ یا ہیٹ میں بدل گئی۔ تو کیا اب بھی تمھیں آگ کے مخلوق ہونے میں کوئی کلام ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس تمام عناصر مخلوق ہیں۔ جس کا انکار سوائے منکران خدا کے اور کسی سے نہیں ہو سکتا۔ اس موضوع پر ہم مفصل بحث پہلے کر چکے ہیں ؀

الحمد للہ پہلا حصہ بحث کا ختم ہوا

ضیاء الاسلام پریس قادیان پرنٹر و پبلشر عبدالرحمٰن کشمیری

فہرست کتب

مندرجہ ذیل کتابیں احباب اگر خرید کریں۔ تو نہ صرف انکے اپنے معلومات میں اضافہ ہوگا۔ بلکہ وہ اسکی تقسیم کرکے تبلیغ کے فرض سے ایک حد تک سبکدوش ہوسکیں گے خدا کے فضل سے یہ نہایت نادر مجموعہ ہے۔ خاص توجہ فرمادیں؟

مختلف ٹریکٹ

رسالہ لا مھدی الا عیسےٰ جس میں تمام احادیث متعلقہ مہدی پر جمع ہے ۴ر

نام	قیمت
چند کار آمد حوالے ۱ ۲	·ر
شیعہ سوا راج	·ر
آریہ سماجی و گاندھی جی	·ر
احمدی غیر احمدی میں فرق	·ر
مسیح موعودؑ و اُمت محمدیہ	ار
اسلام کی اندرونی تصویر	·ر
کفارہ	ار
بطلان مسئلہ قدامت روح و مادہ	ار
ذبیحہ گائے	
ہندوؤں کے دید شاستر	ار

نام	قیمت
چھ ماہ کے پیر بخشی رسالوں کا جواب	·ر
بانیٔ آریہ سماج کے اقوال میں تناقض	·ر
تبرا کا عدم جواز کتب شیعہ سے	·ر
احمدی عقاید بمقابلہ پیغامی عقاید	·ر

نایاب کتابیں

نام	قیمت
شیعہ کے بیس سوالوں کے جواب	۴ر
پیغام حق	۳ر
تحقیق امام آخر الزمان	
کتب شیعہ سے احمدیت کی تصدیق	۱۲ر
مباحثہ بمبئی	۱۰ر
فائل تشحیذ الاذہان ۱۹۱۴ء سے ۱۹۳۰ء تک بیس روپے عنو	

تشحیذ بک ایجنسی کی بہترین کتب

۱۔ براہین العقائد۔ فضلاء سلسلہ احمدیہ نے سات ارکان اسلام پر قرآن مجید سے عقلی دلائل دیئے ہیں۔ ۸ر

۲۔ معارف القرآن۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کے درس القرآن فی رمضان سے گیارہ پاروں کے نوٹ۔ ۸ر

۳۔ مقصد مذہب۔ معرکۃ الآراء مضمون جو مذہبی کانفرنس لاہور میں کل مذاہب کے نمائندوں کے سامنے پڑھا گیا ۳ر

۴۔ سلسلہ احمدیہ تصوّف۔ مذہبی کانفرنس ویمبلے لنڈن میں جو دو مضامین پڑھے گئے ان کا ترجمہ۔ ۵ر

۵۔ اہل بہاء کی شریعت جدیدہ۔ نہایت معرکۃ الآراء مضمون ہے جو نایاب بہائی کتب کا خلاصہ ہے اسکے ساتھ تصوّف کا مضمون بھی جو ہماری طرف سے ویمبلے کانفرنس لنڈن میں پڑھا گیا۔ ۶ر

۶۔ کمالات احمدیہ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے مایۂ ناز اعتراضات (شہادات مرزا) دندان شکن جواب ۶ر

۷۔ مباحثہ سرگودہ۔ تحریری مباحثہ جو جناب سید محمد اسحٰق صاحب و مولوی ثناء اللہ صاحب کے مابین صداقت و نبوت مسیح موعودؑ پر ہوا۔ ۶ر

۸۔ التشریح الصحیح فی نزول المسیحؑ۔ مسئلہ نزول مسیحؑ کے متعلق تمام دلائل جمع کردیئے ہیں۔ ۶ر

۹۔ الاستخلاف۔ شیعہ سنی اختلافات میں محض آیات قرآنی سے فیصلہ۔ ۴ر

۱۰۔ مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی۔ پیشگوئیوں کے متعلق اصول فیصلہ پھر تمام اعتراضات کا جواب۔ ۸ر

نوٹ:۔ دسوں کتابوں کے اکٹھے خریدار کو سوا تین روپے (عہ) میں یہ کتابیں دیجائینگی ؟

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دارالاماں ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی

کف و کھانسی کی دوا

کھانسی ام الامراض ہے یہ مثل بالکل درست ہے کیونکہ کھانسی کی وجہ سے مختلف مرض پیدا ہوتا ہے سردی سے ابتداء میں کھانسی ہوتی ہے۔ اگر بروقت علاج نہ کیا گیا۔ تو سانس کی نلیوں میں بلغم جمع ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ دم کی رکاوٹ پسلیوں میں درد بخار دق سل۔ مراق وغیرہ مختلف امراض میں مریض مبتلا ہو جاتا ہے لہٰذا سردی یا کھانسی شروع ہوتے ہی مناسب دوا کرنا لازم ہے ایسے مہلک مرض کا قلع قمع کرنے کے لئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی ایجاد کردہ کف و کھانسی کی دوا از حد مفید ہے وقت ضرورت کیلئے ہر گھر میں اس کی ایک شیشی موجود رکھنی چاہیئے قیمت فی شیشی کلاں ایک روپیہ چار آنے (عہ) خورد دس آنہ (۱۰/) محصولڈاک و پیکنگ آٹھ آنہ (۸/) و چھ آنہ (۶/)

دمہ دم کے ساتھ ہے۔ یہ بات صریح غلط ہے

کیونکہ ڈاکٹر برمن کی ایجاد کردہ "دمہ کی دوا" عرصہ ۲۴ سال سے ہندوستان کے ہر حصہ میں شہرت کے ساتھ مفید ثابت ہوئی اور لاکھوں مریض ہر سال شفا پا رہے ہیں۔ افسوس کہ اکثر مریض بازاری زیادہ تر نشیلی اجزاء دھتورہ۔ بھنگ۔ بلاڈونا۔ پوٹاس وغیرہ مضر اشیاء آمیز دوا استعمال کرکے بجائے فائدہ کے نقصان اٹھا کر مایوس ہو بیٹھتے ہیں۔ اور عمر غیر طبعی میں مارے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر موصوف کی کیمیائی اصول سے بنائی ہوئی "دمہ کی دوا" ایک بیش قیمت جوہر ہے۔ اس کی ایک ہی خوراک سے دمہ موقوف ہو جاتا ہے اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے نابود ہو جاتا ہے۔ اور کبھی دمہ کا دورہ نہیں ہوتا۔ ایک مرتبہ آزما کر دیکھئے قیمت فی شیشی عہ۸ ایک روپیہ آٹھ آنہ محصولڈاک چھ آنہ

مفصل حال دریافت کرنیکے لئے بڑی فہرست مفت منگا کر دیکھئے

نوٹ۔ ہماری دوا ایس ہر ایک دوکاندار اور ہمارے ایجنٹوں کے پاس ملتی ہیں دوا منگانے سے پہلے آپ اپنے مقام کے دوکانداروں سے دریافت کیجئے۔

ڈاکٹر ایس کے۔ برمن (پوسٹ بکس ۵۵۴) نمبرہ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

ایجنٹ کی ضرورت ہے قواعد کے لئے درخواست کریں۔

بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اگر میری وفات پر اسکے علاوہ کوئی اور جائداد ثابت ہو
اس کے ۱/۱۰ حصہ پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی ۱۲/۲۴ گواہ شد محمد افضل شاہ بقلم خود العبد محمد بخش مذکور قادیان گواہ شد محمد
عبدالرحمن ٹھیکیدار ربعہ بقلم خود +

وصیت نمبر ۲۳۰۷ | میں محمد بخش ولد بھگو قوم نجار پیشہ ٹھیکیداری ساکن قلعہ لعل سنگھ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس
بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں (۱) میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو اسکے
۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ
قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا
کردی جائیگی (۳) میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ ایک مکان قیمتی ۱۰۰ روپیہ اراضی زرعی جو کہ میرے پاس رہن ہے
قیمتی ۱۰۰۰ اراضی زرعی بیعہ شدہ قیمتی ۱۰۰۰ ۱۲ کنال ہے نقد مبلغ سمار۔ المرقوم ۱۱/۲۴-۱۷ الراقم محمد بخش
موچی گواہ شد فتح محمد ولد بھگو برادر حقیقی۔ گواہ شد مرزا غلام اللہ پٹواری قلعہ لعل سنگھ عفی اللہ عنہ کاتب تحریر ہذا بقلم خود

وصیت نمبر ۲۲۲۲ | میں فضل دین ولد جیون قوم جٹ ستو گیسا ساکن گولیکے ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی
جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں (۱) میری موجودہ جائداد چاہ برجے والا واقع موضع گولیکے ضلع گجرات
میں ۱۸ بیگہ زمین چاہی و بارانی ہے۔ اسکے ہم دو بھائی مالک ہیں۔ یعنی میں ۹ بیگہ کا مالک ہوں مگر ۲ بیگہ زمین میری جانب سے
۲۵۰ پر رہن ہے۔ اسکے علاوہ میری کوئی جائداد نہیں۔ اس زمین کی قیمت الف ہے جس میں سے ۲۵۰ منہا کرکے باقی الف کی
۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اگر میری وفات پر کوئی اور جائداد میری
ملکیت میں ثابت ہو یا موجودہ جائداد کی قیمت بڑھ جاوے تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز اگر میں اپنی زندگی میں
کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا جائداد
کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاویگی ۲/۱۲/۲۴ گواہ شد بقلم خود غلام محمد العبد فضل دین ولد جیون موچی گواہ شد کرم داد گولیکے

وصیت نمبر ۲۲۲۷ | میں سردار بیگم زوجہ ڈاکٹر نور احمد صاحب قوم جاٹ کاہلوں ساکن کمبوہ چک نمبر ۱۴۲ تحصیل و ضلع لائلپور
کی ہوں۔ جو کہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں . . . .
. . . . میری اسوقت جائداد موجودہ مہر ۵۰۰ روپیہ زیورات قیمتی اسار
روپیہ ہے۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز آئندہ کیلئے بھی یہ وصیت کرتی ہوں کہ اگر میری
وفات پر کوئی مزید جائداد میری ملکیت میں ثابت ہو تو اسکے ۱/۱۰ حصہ پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ اور جو رقومات میں اپنی
زندگی میں داخل خزانہ کر جاؤں اور رسید حاصل کرلوں تو اس قسم کی رقومات حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاوینگی فقط والسلام
۱۲/۲۴-۳ الراقم سردار بیگم موصیہ گواہ شد ڈاکٹر نور احمد سب اسسٹنٹ سرجن گواہ شد فیض احمد بقلم خود برادر ڈاکٹر نور احمد صاحب مذکور

وصیت نمبر ۲۲۰۶ | میں غلام فاطمہ زوجہ محمد بخش نجار ساکن قلعہ لال سنگھ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ

اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں (۱) میرے مرنیکے وقت جسقدر میری جائداد ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاویگی (۳) میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ زیورات سنہری و نقرئی قیمتی ما/۱۰۰ سے مہر مبلغ عـ۱۰۰ ہے ۱۱/۲۴ ۱۷۔ العبد غلام فاطمہ موصیہ گواہ شد محمد بخش خاوند موصیہ بقلم خود۔ گواہ شد مرزا اسلام اللہ پٹواری قلعہ لعل سنگھ عفی اللہ عنہ ٭

وصیت نمبر ۲۱۸۶ ۱۷/۱۲/۲۴ میں محمد طفیل ولد منشی محمد علیجان قوم ککے زئی ساکن بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر واکراہ اپنی جائداد قریباً بارہ ہزار روپیہ کی ہے جسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بذریعہ وصیت کے ذریعہ سے میں انجمن صدر احمدیہ قادیان کو قرار دیتا ہوں۔ اس جائداد کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ اراضی واقعہ بٹالہ و موضع خطیب قیمتی چار ہزار آٹھ سو روپیہ تین مکانات واقعہ شہر بٹالہ قیمتی سات ہزار دو صد روپیہ۔ کل میزان بارہ ہزار روپیہ۔ اس جائداد کے علاوہ اگر میں کوئی اور جائداد اپنی زندگی کے اندر بنالوں تو میرے مرنیکے وقت نئی جائداد شامل کرکے جس قدر جائداد ہوگی اس سب کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اپنے اس حصہ وصیت کو میں نے اپنی ماہوار آمدنی کے عشر کے رنگ میں اپنی زندگی میں ۲۷ نومبر ۱۹۱۹ء سے ادا کرنا شروع کردیا ہوا ہے اور انشاء اللہ بعونہ و کرمہ تعالیٰ اسی طرح ادا کرتا رہونگا جب تک کہ سالم حصہ وصیت یعنی دسواں حصہ جائداد وصیت کردہ کا پورا نہ ہوجاوے یہ عشر اپنی آمدنی ماہوار کا یا اسکے علاوہ جو رقوم میں اپنی زندگی میں ادا کرجاؤں۔ ایسی تمام رقوم میرے حصہ وصیت کردہ سے منہا کی جاویں۔ اور باقی جس قدر صحیح طور پر مجھ سے واجب الادا ہو اسکی ادائیگی کے ذمہ وار میرے ورثا اور میری جائداد ہوگی۔ لہذا یہ چند حروف بطور رسید لکھ دیئے ہیں کہ سند رہے۔ المرقوم ۹ ستمبر ۱۹۲۴ء خاکسار محمد طفیل احمدی عفا اللہ عنہ ہیڈ ٹیچر احمدیہ سکول قادیان۔ گواہ شد قاضی عطاء اللہ بقلم مدرس مدرسہ احمدیہ ۹/۹/۲۴ گواہ شد عبد السلام بھٹی بقلم خود مدرسہ احمدیہ ۹/۹/۲۴

وصیت نمبر ۲۱۸۵ میں آمنہ زوجہ شیخ عبد الغنی صاحب نائب تحصیلدار قوم شیخ ساکن ڈالہ بانگر ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر واکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں (۱) اسوقت میری جائداد زیور اور مہر کو ملا کر الصما/-۱۰۰۰ روپیہ کی ہے اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاویگی۔ اور اگر کوئی اور زائد جائداد علاوہ اسکے حاصل ہوگی تو اسکی نسبت بھی یہی وصیت ہوگی فقط ۹ اگست ۱۹۲۴ء۔ آمنہ بی بی موصیہ بقلم خود۔ گواہ شد عبد الحق ولد عبد اللہ قوم شیخ۔ گواہ شد عبد الغنی نائب تحصیلدار علی پورہ ضلع مظفر گڑھ بقلم خود

متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اسوقت میری جائداد

میں عبد الرحمن ولد انگتہ قوم چیر احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور کا ہوں۔ جو کہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ کے اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیۃ کرتا ہوں۔ میں پہلے اس سے بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان اپنی آمدنی کے ⅒ حصہ کی وصیۃ کی ہوئی ہے میری یہ وصیۃ جو اس وصیۃ (۱۱۸۲) کا ضمیمہ ہے اسکی ہمراہ شامل کیجائے۔ اسوقت میں یہ وصیۃ کرتا ہوں کہ میری وفات تک میری پہلی وصیۃ پر عمل رہیگا اور میری وفات پر جو جائداد میری خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ میری ملکیت یا قبضہ میں ثابت ہو اس جائداد کے ⅒ حصہ پر صدر انجمن احمدیہ قادیان کو قبضہ کرنیکا اور وصول کرنیکا اور سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان میں خرچ کرنے کا پورا اختیار حاصل ہوگا۔ اسوقت میری جائداد موجودہ حسب ذیل ہے۔ نقد روپیہ ما عـ۵ـه اور اسی قدر رقم کا مال ابھی موجود ہے فقط ۱/۲۵ بقلم خود عبد الرحمن احمدی دوکاندار۔ گواہ شد محمد حسین درزی قادیان ۱/۲۵ گواہ شد نظام الدین دفتری بقلم خود ۱/۲۵

میں فضل دین ولد ولی محمد قوم کشمیری ساکن کنیام تحصیل و ضلع جہلم بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں (۱) میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائداد ہو اسکے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیۃ کردہ سے منہا کردی جاویگی (۳) میری موجودہ جائداد ایک مکان قیمتی سالم اور نقد میری پاس سالم ہے کل مبلغ ستمام کی جائداد ہے فقط ۱۲/۴ ۳ گواہ شد علی بخش سکنہ رہتاس العبد فضل دین قادیان گواہ شد وزیر محمد سکنہ رہتاس از قادیان *

میں امۃ الحمید بیگم زوجہ قاضی محمد رشید کلرک قلعہ میگزین راولپنڈی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد کے متعلق حسب ذیل وصیۃ کرتی ہوں (۱) میرے مرنیکے وقت جسقدر میری جائداد ہو اسکے ⅛ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردیجاویگی (۳) میری غیر منقولہ جائداد کوئی نہیں۔ البتہ منقولہ جائداد عـه مہر کا ہے اور سالم کا زیور ہے۔ گواہ شد خاوند موصیہ محمد رشید بقلم خود العبد امۃ الحمید بیگم موصیہ گواہ شد والد موصیہ محمد عبد اللہ احمدی بوتالوی ۱۲/۲۴ ۳

میں جیواں بی بی زوجہ چودہری غلام محمد آوان ساکن دار الفضل قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت اپنی جائداد متروکہ کے متعلق کرتی ہوں (۱) میری مرنیکے وقت جس قدر میری جائداد ہو اسکے چھٹے حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاویگی (۳) میری موجودہ جائداد اڑھائی سو روپیہ کی قیمت کا زیور ہے۔ ۹/۲۴ ۱۴ گواہ شد غلام احمد پسر موصیہ الراقم جیواں بی بی موصیہ گواہ شد غلام محمد سکنہ ڈ ماسٹر ہائی سکول قادیان خاوند موصیہ

میں گلاب بی بی زوجہ عبدالحق احمدی قوم ارائیں ساکن چک ۲۶۷ گوکھووال تحصیل و ضلع لائل پور کی ہوں۔ جو کہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیتہ کرتی ہوں۔ اسوقت میری غیر منقولہ جائداد کوئی نہیں۔ منقولہ جائداد حسب ذیل ہے۔ مہر ۱۰۰ انام قیمتی ۱۰ لونگ قیمتی ۵ دس چوڑیاں نقرئی اور ایک جوڑی بند نقرئی اور ایک عدد ہار نقرئی ہے اس جائداد کے ۱/۳ حصہ کی وصیت کر کے حسب ذیل زیورات چوڑیاں ۴ عدد بند ۲ عدد ہار ایک عدد دفتر محاسب میں بھجوا دئے ہیں (دیکھو رسید ۲۱ ۲۲/۲۵) چندہ شرط اول بھی داخل کر دیا ہے۔ میرے مرنیکے وقت جسقدر میری جائداد اسکے علاوہ ہو اسکے اسی قدر حصہ کی مالک ۱/۳ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اگر میں اپنی زندگی میں اُس نئی پیدا ہونیوالی جائداد سے اسکا حصہ ۱/۳ حصہ بصورت جائداد یا رقم داخل کر دوں تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاویگی ۱۷ ۲۴/۱۲۔ الراقم گلاب بی بی موصیہ گواہ شد عبدالحق خاوند موصیہ گواہ شد سید محمد طفیل سکرٹری انجمن احمدیہ گوکھووال بقلم خود۔

میں چودھری عبداللہ خان ولد چودھری فتح دین قوم آوان ساکن قادیان محلہ دارالفضل ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں (۱) میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائداد ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیتہ داخل کر کے یا بحق انجمن رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاویگی (۳) میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے یعنی ایک مکان جو متصل کوٹھی حضرت میاں شریف احمد صاحب ہے اور محلہ دارالفضل میں واقعہ ہے۔ المرقوم ۱۳ ۲۴/۱۱۔ الراقم عبداللہ خان بقلم خود۔ گواہ شد حاکم دین دوکاندار قادیان۔ گواہ شد چودھری غلام محمد سکینڈ ماسٹر ہائی سکول قادیان +

میں خاکسار سلطان محمد ولد امام بخش قوم نجار بشانگر ساکن امرتسر دروازہ لوہ گڑھ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں (۱) میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائداد ہو اسکے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاویگی (۳) میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے جو میرے حصہ کی اسوقت قریباً الف ۱۰۰۰ ررر کی ہے ۲۴ نومبر ۱۹۲۳ء بقلم خود سلطان محمد ولد موصی۔ گواہ شد مستری عبدالعزیز ولد عمل دین۔ گواہ شد قمرالدین سکرٹری انجمن احمدیہ سیالکوٹ بقلم خود

میں محمد بخش ولد بیندہ قوم کمہار ساکن خیروزوالہ تحصیل و ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت موجودہ جائداد از قسم مال مویشی و سامان خانہ داری وغیرہ قیمتی مبلغ ۷۰۰ ہے غیر منقولہ جائداد کوئی نہیں۔ میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت